پہاڑی کے چراغ

آباد شاہ پوری

اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور

Marfat.com

Marfat.com

پہاڑی کے چراغ

(فرزندانِ توحید کی مومنانہ عزیمت کی درخشاں روایات کا مرقّع)

آباد شاہ پوری

DATA ENTERED

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳۔ ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور (پاکستان)

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

طابع: اشفاق مرزا، پبلشنگ ڈائریکٹر

ناشر: اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳-ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

مطبع: اللہ والا پرنٹرز، لاہور

اشاعت:

اول تا پنجم	جنوری ۱۹۸۴ء	۶ر۲۰۰
ششم	اپریل ۱۹۸۶ء	۱ر۱۰۰
ہفتم	دسمبر ۱۹۸۷ء	۱ر۱۰۰
ہشتم	اکتوبر ۱۹۸۹ء	۱ر۱۰۰

قیمت: ~~۲۴/-~~ روپے
30/-

Marfat.com

297.08
44818

انتساب

اس مردِ حق کے نام

جس کے قامت پر اقبالؔ کا یہ شعر راست آتا ہے ؎

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ

Marfat.com

Marfat.com

ترتیب

حرفِ اوّل ۶

۱۔ صبر و عزیمت کا کوہِ گراں ۹

۲۔ کشتۂ خنجرِ تسلیم ۲۵

۳۔ خلافتِ راشدہ کا ایک راج ۳۹

۴۔ ایثار کا نشانِ جلیل ۴۹

۵۔ مردِ دانائے یمن ۵۷

۶۔ درویشِ ندامت ۶۹

۷۔ مملکتِ علم کا غلام تاجدار ۸۱

۸۔ حدیث و سنت کا امین ۸۹

۹۔ مردِ حق گو ۹۹

۱۰۔ شاہینِ بلند آشیاں ۱۱۷

۱۱۔ امامِ حدیثِ رسولؐ ۱۳۳

۱۲۔ شاہِ بے کلاہ ۱۴۱

۱۳۔ عبّاسی مملکت کا چیف جسٹس ۱۵۳

۱۴۔ ضمیرِ بیدار ۱۶۵

۱۵۔ فاتح بغداد شیخ ۱۸۳

۱۶۔ ایک عالم ایک شاعر ۱۹۹

۱۷۔ مردِ فقیر آتش است ۲۱۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

ہر قوم اپنی تاریخ رکھتی ہے، لیکن ہم مسلمانوں سے زیادہ مستند تاریخ کسی قوم کے پاس نہیں۔ پھر ہمیں اس لحاظ سے بھی تمام اقوامِ عالم میں امتیاز حاصل ہے کہ اسلام سیرت و کردار کا جو سانچہ اپنے پیروکاروں کو دیتا ہے، تاریخ کے ہر دَور میں اس سانچے میں ڈھلی ہوئی بے شمار شخصیتیں ایک سے ایک عظیم تر دکھائی دیتی ہیں۔ دوسرا کوئی دین اور قوم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان شخصیتوں نے اپنے کردار کے چراغ جلائے ہیں، جن میں بعض اوقات ان کے رگِ گلو کا خون بھی شامل ہو گیا ہے۔

یہ حضرات بلاشبہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان میں زمین کا نمک اور پہاڑی کے چراغ تھے جن سے نہ صرف ان کی اپنی ہم عصر دنیا رُشد و ہدایت کا نور حاصل کرتی تھی بلکہ آج کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھی ان کے کردار کی شعاعوں سے ہم اپنی زندگیاں منوّر کر سکتے ہیں۔ ان اَن گنت شخصیتوں میں سے صرف چند کا تذکرہ ہم نے اس کتاب میں کیا ہے۔

یہ کتاب محض سیرت اور واقعہ نگاری کا مرقّع نہیں ہے بلکہ اس سے ہٹ کر اپنے دامن میں فکر و نظر کی تربیت اور اخلاص و اصلاح کا سامان بھی رکھتی ہے اور حق کی راہ میں جدّ و جہد کرنے والوں کے لیے ایمان کی حرارت اور سرمایۂ جوش و جذبہ بھی۔

لاہور، ۳۰ نومبر ۱۹۷۶ء — آباد شاہ پوری

Marfat.com

دیدہ وراں

راہ زیں دیدہ وراں پرس کہ در گرم روی
جادہ چوں نبضِ تپاں در تنِ صحرا بینند

شررے را کہ بناگاہ بدر خواہد جست
زخمہ کردار بہ تارِ رگِ خارا بینند

قطرہ را کہ ہر آئینہ گہر خواہد بست
صورتِ آبلہ بر چہرۂ دریا بینند

شام در کوکبۂ صبح نمایاں نگرند
روز در منظرِ نقاش ہویدا بینند

نستوہند اگر ہمرہِ مجنوں گردند
نخروشند اگر محملِ لیلا بینند

دل نہ بندند بہ نیرنگ دریں دیرِ دو رنگ
ہر چہ بینند بعنوانِ تماشا بینند

غالبؔ

Marfat.com

راستہ اِن اہلِ نظر سے پوچھو جو تیز رَوی میں اُسے صحرا کے جسم میں تڑپتی ہوئی نبض کی طرح پہچان لیتے ہیں۔

جو رگِ خارا کے تار پر مضراب کی ضرب سے اچانک نمودار ہونے والی چنگاری کو دیکھ لیتے ہیں۔

جنہیں گہر بننے والا قطرہ سطحِ دریا پہ آبلے کی صورت میں نظر آ جاتا ہے

جو ستارۂ صبح میں شام کو آتے اور چمگادڑوں کے منظر میں صبح طلوع ہوتے دیکھتے ہیں۔

اگر مجنوں کے ساتھ ہوں تو درپیش آنے والے مصائب سے، رنجیدہ اور ملول نہیں ہوتے۔

اور اگر محملِ لیلٰے دیکھ لیتے ہیں تو (فرطِ نشاط و مسرت میں) شور نہیں مچاتے۔ اس دو رنگیٔ دنیا کے فریب سے دل نہیں لگاتے اور اسے محض لہو و لعب سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

۱

صبر و عزیمت کا کوہِ گراں

Marfat.com

"اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انہیں دیکھتے
تو خوش ہوتے۔"

(عبداللہ ابنِ عمرؓ)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱

بنو امیہ دنیائے اسلام کے سیاہ و سپید کے مالک بن چکے ہیں۔ ان کی قوت و سطوت کے آگے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں۔ وہ مسلمانوں پر تلوار کے زور سے مسلط ہوئے ہیں، اس لئے حق گوئی ان کے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ حق بات کا زبان سے نکالنا اپنی جان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ شاہی خانوادہ (بنو مروان) ہی نہیں، اس کے نوکر چاکر تک اقتدار کے نشے میں بدمست ہیں۔ دار و گیر زندگی کا معمول بن چکا ہے۔ بنو مروان کا ایک ہرکارہ شام سے مدینہ منورہ پہنچتا ہے۔ وضع قطع، لباس اور چال ڈھال سے نخوت اور رعونت ٹپک رہی ہے۔ بازار میں سے گذرتا ہے، تو گرد و پیش پر نشۂ اقتدار میں ڈوبی ہوئی نگاہیں ڈالتا ہے۔ ایک دکان پر کوئی بزرگ بیٹھے ہیں، وہ اسے روک کر پوچھتے ہیں:

"شاید بنو مروان کے ہرکارے ہو؟"

"ہاں، میں اُن کا غلام ہوں۔" ہرکارہ ترچھی نظروں سے انہیں گھورتا ہے، پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئی ہیں۔

"بنو مروان کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟" بزرگ اس کی غضب آلود نگاہوں کو خاطر میں لائے بغیر دریافت کرتے ہیں۔

"اچھے حال میں۔" وہ تنک کر جواب دیتا ہے۔

"ہوں۔" بزرگ شانِ بے نیازی سے کہتے ہیں۔ "اچھے حال میں.....؟ وہ انسانوں کو بھوکا

Marfat.com

رکھتے اور کتّوں کا پیٹ بھرتے ہیں"۔

ہرکارہ شعلۂ جوالہ کی طرح بھڑک اٹھتا ہے: "بڑے میاں ہوش میں تو ہو؟ کس سے بات کر رہے ہو اور کن کی؟ چلو اٹھو ہم تمہیں بتاتے ہیں بنو مروان کیا کرتے ہیں....."

بزرگ اسی شانِ بے نیازی کے ساتھ چُپ بیٹھے ہیں۔ ہرکارہ، حاکمانہ انداز میں کڑک کر کہتا ہے" : اٹھتے ہو یا گھسیٹ کر لے چلوں"۔ ہرکارے کی گرج کڑک سے بازار گونج اٹھتا ہے جو بھی سنتا ہے، دم بخود ہو کر رہ جاتا ہے۔ لوگ بنو امیہ کے عمّال کی قہرمانیوں سے واقف ہیں، کسی کو آگے بڑھ کر بیچ بچاؤ کرنے کی ہمّت نہیں ہوتی۔ مُطّلب بن سائب ان بزرگ کے ساتھ ہیں۔ وہ بڑی مشکل سے ہرکارے کا غصّہ ٹھنڈا کرتے ہیں۔ ہرکارہ انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھورتا ہوا چلا جاتا ہے۔ مطّلب ان بزرگ سے کہتے ہیں: "سعید! اللہ آپ پر رحم کرے کیوں اپنی جان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہیں؟"

بزرگ بڑے سکون واطمینان سے جواب دیتے ہیں۔

"نادان! کیسی باتیں کرتے ہو؟ بخدا جب تک اللہ کے حقوق کی حفاظت کرتا ہوں، وہ مجھے ان کے قبضے میں نہ دے گا۔"

یہ ہیں سعید بن مسیّبؒ[1]، جلیل القدر تابعی، کتاب وسنّت اور فقہ کے امام، اُن پاک نفس انسانوں میں سے ایک جو اپنے علم و عمل اور سیرت و کردار کے اعتبار سے دنیائے اسلام میں ممتاز ہیں۔ بڑے بڑے اہلِ علم و کمال ان کی امامت وجلالت اور علمی فضیلت کے معترف ہیں۔ ان میں صحابہ بھی ہیں اور ہم عصر ائمہ تابعین شامل ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا،

---

[1] پیدائش ۱۵ھ وفات ۹۴ھ

Marfat.com

تو فرماتے: سعید سے پوچھو، انہیں صالحین کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ علی بن الحسینؒ کہا کرتے سعید بن المسیب آثار کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں میں نے حلال وحرام کا ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ مکحول جو اپنے عہد میں شام کے بہت بڑے محدث ہیں، کہتے ہیں: میں نے علم کی تلاش میں دنیائے اسلام کا سفر کیا، لیکن سعید بن مسیب جیسا کوئی عالم نہیں پایا۔

سعید کے والد مسیبؓ اور دادا حزنؓ دونوں صحابی تھے اور فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ سعید، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ زندگی اور علم وعمل کے گل وگلزار گلی گلی کھلے ہوئے تھے۔ چنانچہ سعید کو ان مہکتے ہوئے باغوں سے جی بھر کر بہرہ اندوز ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ علیؓ، عبداللہ ابن عمرؓ ابوہریرہؓ، سعدؓ، ابن عباسؓ، ابوالدرداؓ، صہیبؓ، جابرؓ، ابوسعید خدریؓ، اسماءؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ ایسے اساطین علم وعمل صحابہ اور صحابیات سے اکتساب فیض کیا۔ اللہ نے حافظہ بڑی قوی دیا ہے، ایک بار جو بات سن لیتے ہیں، دل ودماغ پر نقش ہو جاتی ہے۔ مدینہ منورہ کے اس ماحول اور خدا داد صلاحیتوں کی بدولت نوجوانی ہی کے عالم میں مسند علم پر سرفراز ہوئے اور تشنگان علم اور اہل کمال دونوں طبقات کا مرکز توجہ بن گئے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ، محمد ابن شہاب زہریؒ، عمرو بن دینارؒ، عطاء بن رباحؒ، محمد بن باقرؒ اور یحییٰ بن سعیدؒ انہی کے شاگرد ہیں جن میں ہر شخص اپنی جگہ پر عظیم فقیہ ہے۔

(۲)

سعید بن مسیبؓ کا عہد، زندگی کے ابتدائی چند سال چھوڑ کر سیاسی لحاظ سے بلے حد پُر آشوب

Marfat.com

ہے۔ اس کٹھن زمانے میں وہ ایک مدت تک اپنا دامن بچائے درس و تدریس اور اعمال خیر میں مصروف رہے، لیکن جب عبداللہ ابن زبیرؓ اور بنو امیہ میں اقتدار کی کشمکش چھڑی تو اس کی لپیٹ میں آئے بغیر نہ رہ سکے۔ زبیریوں اور امویوں کی یہ کشمکش اتنی شدید تھی کہ کوئی شہر اس سے محفوظ نہ رہا۔ دونوں فریق اپنا جتھا بڑھانے کی تگ و دو میں تھے۔ اس مقصد کے لئے شہر کے تمام ممتاز اور ذی اثر لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے۔ خصوصاً جو لوگ عوام کی دینی عقیدت کا مرکز تھے انہیں اپنا حامی بنانے کے لیئے ہر تدبیر اور حربہ استعمال کرتے۔ سعید کا شمار بھی امت کے انہی افراد میں ہوتا تھا جن کی حمایت و تائید اقتدار کو مطلوب تھی۔ سعید اس کشمکش میں ماضی کی طرح غیر جانبدار رہے۔ یہ غیر جانبداری برسر اقتدار کو کھلتی اور وہ تشدد پر اتر آتا۔

عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے مدینے کا گورنر جابر بن اسود تھا۔ اس نے سعید پر دباؤ ڈالا کہ ابن زبیرؓ کی بیعت کریں۔ سعید نے انکار کرتے ہوئے کہا: "جب تک امت کسی ایک شخص پر متفق نہیں ہو جاتی میں کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گا۔" ان کا جواب واضح اور دوٹوک تھا۔ جابر کو ان سے ذاتی رنجش بھی تھی۔ اس کی چار بیویاں تھیں۔ ایک کو طلاق دے کر اس کی عدت گزرنے سے پہلے ہی پانچویں شادی کر لی تھی، جو شریعت کی رو سے صریحاً حرام ہے۔ سعید سے مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے لگی لپٹی رکھے بغیر مسئلہ بیان کر دیا۔ جابر کو دل کا غبار دھونے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ سعید کو ساٹھ کوڑے لگوائے۔ سعید لہولہان ہو گئے، مگر پہاڑ کی طرح اپنے موقف پر قائم رہے۔ کوڑے کھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: "کتاب الٰہی کا حکم سنانے سے مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ خدا فرماتا ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ اور تو نے چوتھی کی عدت ختم ہونے سے پہلے پانچویں سے بیاہ رچا لیا ہے، جو تیرے جی میں آئے کر گذر، بہت جلد تجھ پر برا وقت آنے والا ہے۔" عبداللہ بن زبیرؓ کو خبر ملی تو انہوں نے جابر کو سخت تنبیہہ کی اور حکم دیا کہ

Marfat.com

آئندہ ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔

کچھ مدت کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہوگئے، اور دنیائے اسلام پر بنوامیہ کا پرچم لہرانے لگا۔ سعید کے تعلقات بنوامیہ کے ساتھ بھی ناخوشگوار ہی ہیں۔ وہ شریعت الٰہی کی خلاف ورزی اور حلال وحرام کی تمیز روا نہ رکھنے میں بہت دلیر ہیں اور سعید اظہار حق میں تیغ بے نیام۔

اموی خلیفہ عبدالملک سے اختلاف کا آغاز ولید کی ولی عہدی کے مسئلے پر ہوا ہے۔ باپ کی زندگی میں ولیعہد کے ہاتھ پر بیعت بنوامیہ کی روایت بن چکی ہے۔ عبدالملک اپنے بیٹے ولید اور اُس کے بعد دوسرے بیٹے سلیمان کو اپنا ولی عہد بناتا اور گورنروں کے نام احکام جاری کرتا ہے کہ ان کی بیعت لی جائے۔ مدینے کا گورنر ہشام بن اسماعیل مدینے والوں کو بیعت لینے کے لئے طلب کرتا ہے، لیکن سعیدؒ بن مسیب صاف صاف کہہ دیتے ہیں میں عبدالملک کی زندگی میں دوسری بیعت نہیں کرسکتا۔ ان کے انکار سے اندیشہ ہے کہ پورا مدینہ بیعت سے انکار نہ کردے۔ ہشام کئی دن تک ان پر دباؤ ڈالتا ہے اور گردن مار دینے کی دھمکی دیتا ہے، مگر صبر وثبات کے اس کوہِ گراں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آخر گورنر تین صورتیں پیش کرتا ہے کہ ان میں سے کوئی مان لیں۔ ایک یہ کہ وہ بیعت کا فرمان عوام کے سامنے پڑھ کر سنائے گا۔ سعید نہ "ہاں" کہیں اور نہ "نہیں"، بس خاموش رہیں۔ دوسری یہ کہ چند روز کے لئے گھر سے باہر نہ نکلیں حتیٰ کہ سب لوگ بیعت کرلیں یا پھر گھر سے مسجد میں منتقل ہو جائیں کہ جب قاصد انہیں بلانے آئے تو گھر میں نہ پاکر واپس ہو جائے، لیکن سعیدؒ تینوں صورتیں مسترد کر دیتے ہیں۔ پہلی صورت میں انہیں اندیشہ ہے کہ لوگ انہیں خاموش دیکھ کر سمجھیں گے انہوں نے بیعت کرلی ہے اور اس سلسلے میں انہیں کوئی اختلاف نہیں۔ دوسری صورت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتنی مدت نمازِ باجماعت سے محروم رہیں۔ تیسری صورت اگرچہ بظاہر بچ نکلنے کی اچھی تدبیر

Marfat.com

ہے، لیکن سعید کی رائے میں اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مخلوق سے ڈر گئے ہیں جو کسی کو نقصان پہنچا سکتی ہے نہ فائدہ۔

سعیدؒ خوب جانتے ہیں کہ کسی بھی صورت کو قبول نہ کرنے کا نتیجہ کیا ہوگا، لیکن وہ عزیمت کا راستہ اختیار کرتے ہیں جو ہمیشہ اہلِ حق کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ ہشام انہیں پچاس کوڑے لگواتا اور شہر بھر میں گشت کرواتا ہے، اس تشہیر پر بعض لوگ کہتے ہیں "سعید یہ تو بڑی رسوائی کی بات ہے۔" جواب دیتے ہیں: "ہم نے قیامت کی رسوائی سے بچنے کے لیے دنیا کی رسوائی قبول کر لی ہے۔"

ظلم وستم کے باوجود جب سعید متزلزل نہیں ہوتے تو ہشام دھمکی دیتا ہے کہ میں تمہاری گردن مار دوں گا۔ اس دھمکی کو بظاہر عملی جامہ پہنانے کے لیے حکام انہیں راس الثنیہ تک لے جاتے ہیں۔ جہاں مجرموں کو سولی دی جاتی ہے۔ سعید سولی کے لئے بالکل تیار ہو کر جاتے ہیں۔ تہمد کے نیچے جانگیا پہن رکھا ہے کہ ستر نہ کھل جائے، لیکن جب انہیں واپس لے جانے لگتے ہیں تو پوچھتے ہیں "اب کہاں لیے جاتے ہو؟" جواب ملتا ہے "قید خانے۔"

قید خانے میں انہیں ملنے جلنے والوں کے ذریعے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن ان سے ملتے ہیں۔ کہتے ہیں: "سعید! تم بالکل سٹھیا گئے ہو" جواب دیتے ہیں۔ "ابوبکر! اللہ سے ڈرو، اسی کو سب قوتوں سے بڑھ کر سمجھو۔" ابوبکر پھر وہی بات کہتے ہیں! "تمہارا تو دماغ چل گیا ہے، پہاڑ سے ٹکر لینے میں کون سی دانشمندی ہے؟ تمہیں نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے" سعیدؒ دیر تک ان کی پند و نصیحت سنتے ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں: "ابوبکر! بخدا تمہارے دل اور آنکھ دونوں کی روشنی جاتی رہی ہے۔" ابوبکر بے نیلِ مرام واپس چلے جاتے ہیں۔ ہشام پوچھتا ہے: "کہو اس مار کے بعد سعید نرم پڑے؟" ابوبکر جواب دیتے ہیں: "وہ تو اور سخت ہو گئے ہیں۔"

Marfat.com

ہشام اپنی کارگزاری کی رپورٹ عبدالملک کو بھیجتا ہے وہ اپنے پرائیویٹ سیکرٹری قبیصہ بن ذویب کے مشورے پر ہشام کو ڈانٹتا اور لکھتا ہے سعید سے کوئی خطرہ نہیں انہیں رہا کردو اور آئندہ ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔

جبر و تشدد سے کام نہیں بنتا تو اموی خلفاء انہیں دوسرے طریقوں سے رام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن سعیدؒ ان سے ہمیشہ دامن کش رہتے ہیں۔ عبدالملک کئی بار ان سے ملاقات کی خواہش کرتا ہے، مگر انکار کر دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ حج کے زمانے میں وہ مدینے آتا ہے۔ خود مسجدِ نبوی کے دروازے پر کھڑا ہوتا اور اپنا ایک آدمی بھیجتا ہے کہ سعید کو بلا لائے۔ وہ جا کر کہتا ہے:

"امیرالمومنین دروازے پر کھڑے ہیں اور آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

سعید بڑی بے اعتنائی سے جواب دیتے ہیں:

"مجھے کوئی ایسی حاجت درپیش نہیں کہ امیرالمومنین سے ملوں اور اگر انہیں کوئی ضرورت ہے تو وہ پوری نہیں ہو سکتی۔"

خادم عبدالملک کو سعید کا جواب من و عن جا سناتا ہے۔ وہ اُسے پھر بھیجتا ہے کہ جا کر کہو امیرالمومنین کا حکم مانیں، لیکن اگر وہ انکار کر دیں تو سختی نہ کرنا۔

سعیدؒ پھر وہی جواب دیتے ہیں۔ قاصد کو تاؤ آ جاتا ہے۔ کہتا ہے: "عجب آدمی ہو، امیرالمومنین تمہیں بار بار بلاتے ہیں اور تم انکار کرتے ہو۔ اگر امیرالمومنین نے ہدایت نہ کی ہوتی تو میں تمہارا سر لے کر جاتا۔"

سعید پر اس غیظ و غضب کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ بڑی نرمی سے فرماتے ہیں: "بیٹے، جاؤ

Marfat.com

عبدالملک میرے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہتا ہے، تو وہ میں تمہیں بخشتا ہوں اور اگر وہ بُرے ارادے سے بلا رہا ہے تو اس سے کہہ دو جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔ میں یہاں سے جنبش نہیں کروں گا۔ سعید کا جواب سُن کر عبدالملک مارے غصّے کے پیچ و تاب کھانے لگتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد غصّہ فرو ہوتا ہے تو کہتا ہے:

"اللہ ابو محمدؒ پر رحم کرے ان کی سختی بڑھتی جاتی ہے۔"

چند سال اور گزر جاتے ہیں۔ عبدالملک پھر مدینے آیا ہوا ہے، ایک رات اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور پھر نیند نہیں آتی۔ حاجب سے کہتا ہے: "جاؤ دیکھو، مدینے کا کوئی قصّہ خواں مل جائے تو اُسے لے آؤ۔" حاجب سارے مدینے کا چکّر لگاتا ہے، مگر آدھی رات کے وقت کون ملے؟ مسجد میں جاتا ہے تو سعید اپنے رب کی حضوری میں گم ہیں۔ حاجب انہیں نہیں پہچانتا۔ اشارے سے بُلاتا ہے۔ سعید اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتا ہے، شاید میرا اشارہ نہیں دیکھا۔ قریب جاکر کہتا ہے: "میں نے تمہیں اشارہ کیا اور تم نے توجّہ تک نہیں کی۔"

"کیوں کیا کام ہے؟" سعید پوچھتے ہیں۔

"امیرالمومنین کی آنکھ کھُل گئی ہے، انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کسی قصّہ خواں کو بلا لاؤں۔ سارے شہر میں چکر کاٹ چکا ہوں، مگر تمہارے سوا کوئی آدمی نہیں ملا۔" حاجب کہتا ہے۔

"جاؤ، عبدالملک سے کہہ دو، میں اُس کا بھاٹ نہیں ہوں۔" سعید جواب دیتے ہیں۔

حاجب سمجھتا ہے کوئی دیوانہ ہے، چنانچہ واپس جاکر عبدالملک سے کہتا ہے: "مسجد میں ایک بوڑھا نظر آیا، میں نے اُسے اشارے سے بُلایا، مگر وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوا۔ آخر قریب جاکر کہا امیرالمومنین نے مجھے کسی داستان گو کو بلانے کے لئے بھیجا ہے تو اُس نے جواب دیا، امیرالمومنین سے کہہ دو میں اُن کا بھاٹ نہیں ہوں۔ حکم فرمائیں، میں ابھی اُس کو کھینچ لاتا ہوں۔"

Marfat.com

عبد الملک سمجھ جاتا ہے کہ وہ کون تھا۔ کہتا ہے "وہ سعید بن مسیّب ہیں، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

ایک مرتبہ زمانۂ حج میں اتفاقاً عبد الملک سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ وہ پوچھتا ہے: "ابو محمد! میری اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ اچھا کام کرتا ہوں تو کوئی خوشی نہیں ہوتی، برا کام کرتا ہوں تو رنج اور افسوس نہیں ہوتا۔" فرماتے ہیں: "اب تمہارا دل پوری طرح مر چکا ہے۔"

عبد الملک کے بعد ولید کے ساتھ بھی یہی طرزِ عمل رہتا ہے تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد مدینہ منوّرہ آتا ہے۔ مسجد نبوی میں قدم رکھتا ہے تو دیکھتا ہے لوگوں کا ہجوم ایک شیخ کے ارد گرد جمع ہے۔ پوچھا: یہ کون بزرگ ہیں؟ جواب ملتا ہے: سعید بن المسیّب۔ ولید انہیں بلا لانے کو کہتا ہے۔ سعید قاصد کے ساتھ جانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں۔ مجھے ولید سے کیا کام؟ اس نے کسی اور شخص کو بلا بھیجا ہوگا۔ ولید مارے غصّے کے کھول اٹھتا ہے اور زبردستی بلوانے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے ہم نشین کہتے ہیں: "امیر المومنین، سعید فقیہہ مدینہ اور قریش کے شیخ ہیں۔ انہوں نے تو آپ کے خلد آشیاں پدرِ بزرگوار کے سامنے بھی جھکنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب بھی ٹوٹ تو جائیں گے، مگر جھکیں گے نہیں، درگزر فرمائیے۔" ولید خاموش ہو رہتا ہے۔

ایک بار بیت المال سے تیس ہزار درہم ان کی خدمت میں بھجواتا ہے۔ سعید ایک درہم تک لینے سے انکار کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: "مجھے ایسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں جو لوگوں کے حقوق مار کر جمع کی گئی ہے۔" کسی نے کہا: "کیا آپ کو اپنی جان کا خوف نہیں؟" فرمایا:

"احمق چپ رہو، اللہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔"

مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کے بعد ولید اس کا معائنہ کرنے آتا ہے تو مسجد لوگوں سے خالی کر وا دی

Marfat.com

جاتی ہے۔ سعید بھی مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما ہیں۔ انہیں اٹھانے کی کسی کو جرأت نہیں ہوتی۔ ایک شخص صرف اتنا کہتا ہے "اس وقت اگر آپ ہٹ جاتے، تو اچھا ہوتا۔"

"میرے اُٹھنے کا جو وقت ہے اس سے پہلے نہ اُٹھوں گا۔" سعید جواب دیتے ہیں۔

"اچھا امیرالمومنین ادھر سے گزریں تو سلام کے لئے کھڑے ہو جائیے۔"

"خدا کی قسم، میں اس کے لئے کھڑا نہیں ہو سکتا۔"

عمر بن عبدالعزیز مدینے کے گورنر ہیں۔ وہ ولید کے ساتھ ہیں اور سعید بن مسیّب کے مرتبہ بلند اور ان کی طبع غیور و حق پرست سے واقف۔ ولید کو مسجد کے دوسرے حصوں کی طرف لئے لئے پھرتے ہیں، لیکن جب وہ قبلہ کی طرف بڑھتا ہے تو نظر اُن پر پڑ جاتی ہے۔ پوچھتا ہے: "یہ شیخ کون ہیں؟" پھر خود ہی کہتا ہے "شاید سعید ہیں" عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں "جی ہاں سعید ہیں۔" پھر ان کی طرف سے معذرت کرتے ہیں "سعید بہت بوڑھے ہو گئے ہیں، آنکھوں سے بھی کم نظر آتا ہے، آپ کو پہچانتے، تو شاید سلام کے لئے اُٹھتے۔"

"ہاں میں ان کی حالت سے واقف ہوں" ولید کہتا ہے اور گھوم پھر کر سعید کے پاس آتا ہے اور پوچھتا ہے: "شیخ کیسا مزاج ہے؟"

"الحمدللہ، اچھا ہوں" سعید بیٹھے بیٹھے فرماتے ہیں۔ اخلاقاً ولید کی مزاج پرسی بھی کر لیتے ہیں۔ ولید یہ کہتے ہوئے لوٹ جاتا ہے یہ پرانے دور کی یادگار ہیں۔

حجّاج بن یوسف کی خوں آشامی سے کون واقف نہیں! ایک روز اُس نے جلدی جلدی نماز پڑھی۔ سعید نے اُسے ٹھونگیں مارتے دیکھا، تو مٹھی بھر کنکر اور بجری اُس پر دے ماری۔ فوراً معاملے کی گہرائی میں پہنچ گیا اور نماز آہستہ آہستہ پڑھنے لگا۔ سلام پھیرا تو توقع تھی قیامت ٹوٹ پڑے گی، لیکن حجاج ابریشم کی طرح نرم ہو چکا تھا۔ اُس کے ہاتھوں اُمّت کے بڑے بڑے صلحا گھاؤ پر گھاؤ کھاتے

Marfat.com

ہیں، مگر سعید محفوظ رہتے ہیں۔ وہ خود کہا کرتا تھا: سعید نے میری نماز درست کردی۔

(۳)

سعیدؒ گوناگوں خوبیوں کا پیکر ہیں۔ علم کی طرح زہد اور ورع میں بھی نہایت ممتاز۔ نماز باجماعت کا شدت سے اہتمام کرتے ہیں۔ کہتے ہیں پچاس سال ہونے کو ہیں ایک وقت بھی نماز باجماعت ناغہ نہیں ہوئی۔ مسجدِ نبوی اُن کا گویا دوسرا گھر ہے۔ شب و روز درس و تدریس اور ذکر و فکر میں مصروف رہتے ہیں۔ انتہائی سخت حالات میں بھی ان سے مسجد نہیں چھوٹتی۔ مدینہ منوّرہ پر تاریک ترین وقت وہ تھا جب اہلِ مدینہ نے عبد اللہ ابنِ زبیرؓ کی حمایت میں یزید کا طوقِ بیعت اپنی گردنوں سے اتار پھینکا تھا، عبد اللہ بن حنظلہؓ ان کے سردار تھے، نتیجہ یہ کہ حرّہ کا المناک واقعہ پیش آیا۔ یزید کی فوجوں نے متواتر تین دن تک مدینۃ النبیؐ میں قتل و غارت کا بازار گرم کئے رکھا۔ کوئی گھر ایسا نہ تھا جو ان کے ہاتھ سے محفوظ رہا ہو۔ بے شمار لوگ ان کی خوں آشام تلواروں کا شکار ہو گئے، باقی ماندہ گھروں میں بیٹھ رہے یا بھاگ گئے۔ کسی شخص کو باہر قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، مسجدوں میں نہ کوئی نمازی رہا نہ اذان دینے والا۔ ایسے پُرآشوب زمانے میں بھی سعید مسجد ہی میں جا کر نماز پڑھتے۔ بنی امیہ آوازے کستے کہ دیکھو دیوانہ جا رہا ہے۔

سعیدؒ کی راتیں شب بیداری میں گزرتی ہیں، روزانہ رات گئے اپنے نفس سے خطاب کرتے اور کہتے ہیں: "برائیوں اور بدی کے سرچشمے اُٹھ، میں تجھے اس اونٹ کی طرح خستہ کر کے چھوڑوں گا جو خستگی اور درماندگی کے مارے چلنے میں لڑکھڑاتا ہے۔ یہ کہہ کر تہجّد میں مشغول ہو جاتے ہیں اور صبح تک پڑھتے رہتے ہیں۔ روزے بھی اکثر رکھتے اور تقریباً ہر سال حج کرتے ہیں۔ سفر ہو یا حضر قرآن کی تلاوت کبھی ناغہ نہیں ہوتی۔

Marfat.com

عادات و خصائل میں صحابۂ کرامؓ کا نمونہ ہیں۔ عبد اللہ ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعیدؒ کو دیکھتے، تو خوش ہوتے۔

بڑے نرم خو اور صلح پسند ہیں۔ جنگ و جدال سے متنفر۔ اسی طبیعت کی وجہ سے اپنے عہد کی سیاسی کشمکش میں غیر جانبدار رہتے اور اربابِ اقتدار کی زیادتیوں اور مظالم کا ہدف بنتے رہتے ہیں۔ اتباعِ شریعت میں نہایت گرم جوش اور متشدد ہیں، لیکن کسی کے گناہ کی پردہ دری پسند نہیں کرتے۔ ابنِ حرملہ کہتے ہیں ایک روز میں صبح سویرے گھر سے نکلا۔ ایک شخص کو نشے میں دھت دیکھا، اُسے زبردستی پکڑ کر گھر لے گیا اور سعید بن مسیّب سے آکر پوچھا ''کیا میں اسے حاکم کے حوالے نہ کر دوں کہ اس پر حد نافذ ہو؟'' ابنِ مسیّب نے جواب دیا: ''تم اسے اپنے کپڑے چھپا سکتے ہو، تو چھپا لو''۔ گھر واپس آیا تو وہ شخص ہوش میں آچکا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی شرمندہ سا ہو گیا۔ میں نے اُس سے کہا: تمہیں شرم نہیں آتی؟ صبح اس حالت میں پکڑے جاتے، تو تم پر حد جاری ہوتی، مسلمانوں کی نگاہ میں گر جاتے اور جیتی جاگتی لاش بن کر رہ جاتے۔ تمہاری گواہی تک قبول نہ کی جاتی''۔ میری باتیں سُن کر اُس شخص نے کہا — ''خدا کی قسم آئندہ کبھی ایسا نہ کروں گا''۔ چنانچہ وہ ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا۔

سعیدؒ نہایت ایثار پیشہ، ہمدرد و غمگسار، تکلفات سے پاک اور انسان دوست ہیں۔ مال و دولت اور جاہ و جلال ان کی نظر میں پرِ کاہ کے برابر وقعت نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک عزت و عظمت کا معیار انسان کا دین و ایمان اور اخلاق و کردار ہے۔ سعیدؒ کی ایک صاحبزادی ہیں۔ بڑی حسین و جمیل، تعلیم یافتہ، نیک اور سلیقہ شعار۔ عبد الملک ان سے اپنے ولی عہد ولید کے لیے رشتہ مانگتا ہے۔ یہ انکار کر دیتے ہیں۔ عبد الملک سخت دباؤ ڈالتا ہے، لیکن ابنِ مسیّب اپنے انکار پر قائم رہتے ہیں اور قریش کے ایک نہایت معمولی اور غریب آدمی عبد اللہ بن وداعہ

۴۴۸۱۸

Marfat.com

کے ساتھ اُس کا نکاح کر دیتے ہیں۔ شادی جس انداز سے ہوتی ہے وہ بجائے خود آج ہمارے دور کے رسم و رواج اور تکلّفات میں گرفتار لوگوں کے لئے سبق آموز نمونہ ہے۔

عبداللہ بن وداعہ اکثر سعید کی مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ کئی روز تک غائب رہے۔ جب حاضر ہوئے تو چُپ چاپ اور افسردہ تھے۔ سعید نے پوچھا: "اتنے روز کہاں رہے؟"

"میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا" عبداللہ نے جواب دیا۔

"مجھے کیوں خبر نہ دی۔ میں بھی جنازے میں شریک ہوتا۔" سعید نے کہا، پھر فرمایا: "عبداللہ تم جوان ہو، دوسری شادی کر لو۔"

"غریب آدمی ہوں، مجھے کون اپنی بیٹی دے گا۔"

"تمہیں اپنی بیٹی میں دوں گا" سعید نے کہا۔ عبداللہ کچھ شرم سے اور کچھ ادباً خاموش رہے۔

"چُپ کیوں ہو گئے؟" سعید نے پوچھا۔

"آپ کی ذرّہ نوازی ہے میں....." سعید نے بات کاٹ دی اور کہا: "اُٹھو، انصار کے کچھ لوگوں کو بلا لاؤ۔"

عبداللہ نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ سعید نے ان کی موجودگی میں اپنی بیٹی کا نکاح عبداللہ سے کر دیا اور شام کے وقت خود اُسے عبداللہ کے گھر چھوڑ آئے۔

(۴)

سعید اگرچہ بڑے زاہد و عابد ہیں، لیکن نہ رہبانیت کے قائل ہیں اور نہ دنیا سے اس حد تک کنارہ کشی کے کہ انسان اپنی عزّت قائم نہ رکھ سکے اور دینی معاشرتی ذمّہ داریاں پوری کرنے سے

Marfat.com

قاصر رہے ہے۔ عبادت کے بارے میں ان کا تصور عام زہاد اور عباد سے بالکل مختلف ہے۔ ایک بار ان کے غلام برد نے بعض لوگوں کے متعلق ان سے کہا: ان کے کاموں سے بہتر کام میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ دریافت کیا: وہ کیا کرتے ہیں؟

"ان میں سے ایک شخص ظہر کی نماز پڑھتا ہے اور پھر وہیں مسجد میں عصر کی نماز تک نوافل ادا کرتا رہتا ہے" برد نے جواب دیا۔

"افسوس ہے تم پر اے برد!" سعید نے فرمایا "یہ عبادت نہیں ہے۔ عبادت تو یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور سے بچے اور امورِ الٰہی میں غور و فکر کرے اور اللہ کی عبادت میں استغراق اسے رزقِ حلال کی سعی و جہد سے نہ روکے"۔

خود سعید کسبِ معاش کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور روغنِ زیتون کی تجارت کرتے ہیں۔ متوکل علی اللہ ہیں۔

سعید کی مجلس پند و نصیحت اور حکمت و دانش کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ آیئے اس مجلس کے آبدار موتیوں سے ہم بھی اپنا دامن بھر لیں

"دنیا ایک فرومایہ شے ہے اور ہر اس فرومایہ کی طرف مائل ہوتی ہے جو حق کے بغیر اور بے جا طریقوں سے حاصل کرتا اور بے محل اڑا دیتا ہے"۔

"ظلم کے علمبرداروں کو جب بھی دیکھو ان کے مظالم سے دلی نفرت کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو تمہارے اچھے اعمال برباد ہو جائیں۔

Marfat.com

۲

کشتۂ خنجرِ تسلیم

Marfat.com

زندگی محکم ز تسلیم و رضاست
مرگ نیرنج و طلسم و سیمیاست
بندۂ حق ضیغم و آہوست مرگ
یک مقام از صد مقامِ اوست مرگ

می فتد بر مرگ آں مردِ تمام
مثلِ شاہینی کہ افتد بر حمام
ہر زماں میرد غلام از بیم مرگ
زندگی او را حرام از بیم مرگ
بندۂ آزاد را شانے دگر
مرگ او را می دہد جانے دگر
اقبالؒ

زندگی اپنے آپ کو حق کے حوالے کر دینے اور رضائے الٰہی پر راضی رہنے سے مستحکم ہوتی ہے۔
موت تو محض افسوں، طلسم اور مکر و فریب ہے۔
بندۂ حق شیر ہے اور موت آہو۔
موت اُس کے سینکڑوں مقامات میں سے ایک مقام ہے۔
وہ مردِ کامل موت پر اس طرح ٹوٹ پڑتا ہے جس طرح شاہین کبوتر پر ٹوٹتا ہے۔
محکوم موت کے خوف سے ہر وقت مرتا رہتا ہے۔
موت کا خوف اس پر اس طرح مسلّط رہتا ہے کہ زندگی حرام ہو جاتی ہے۔
لیکن بندۂ آزاد کی شان ہی کچھ اور ہے۔
موت اُسے ایک نئی زندگی عطا کر دیتی ہے

Marfat.com

کوفہ کا قصرِ امارت ہے۔ بنو امیّہ کا سفاک اور ظالم گورنر حجّاج بن یوسف اپنے کمرۂ خاص میں مسند پر بیٹھا ہے اس کی نگاہیں دروازے پر مرکوز ہیں جیسے کسی کی آمد آمد کا منتظر ہو۔ ایک بزرگ مسلّح پہرے میں پابجولاں اندر داخل ہوتے ہیں۔ سیاہ رنگ، سر اور داڑھی سفید۔ حجّاج ان پر غضب ناک نگاہ ڈال کر گرجنے لگتا ہے۔

"تمہارا کیا نام ہے؟"

"سعید بن جبیر"

"نہیں۔ شقی بن کسیر" جھنجھلاہٹ اُس کی گرجدار آواز میں اور اضافہ کردیتی ہے۔

"میری ماں تم سے زیادہ میرے نام سے واقف تھیں۔" سعید بڑے سکون و تحمّل سے جواب دیتے ہیں۔

"تیری ماں بھی بد بخت تھی اور تم بھی بد بخت ہو" حجّاج دانت کچکچاتے ہوئے کہتا ہے۔

"غیب دان کوئی اور ذات ہے" جواب پہلے ہی کی طرح پُرسکون ہے۔

"میں تمہاری دنیا کو بھڑکتی ہوئی آگ میں بدل ڈالوں گا" حجّاج کی گرج دھمکی کا رُوپ دھار لیتی ہے۔

"مجھے یقین ہوتا کہ یہ بات تمہارے بس میں ہے، تو میں تمہیں اپنا خدا مان لیتا" سعید اُس کی فرعونیت پر ضرب لگاتے ہیں۔

Marfat.com

"محمدؐ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے"؟ اپنے طے شدہ فیصلے کو جواز بخشنے کے لیے اندازِ گفتگو بدل دیتا ہے۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں"؟ سعید پوچھتے ہیں۔

"ہاں" اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیتا ہے۔

"وہ اولادِ آدم کے سردار، نبی مصطفےٰؐ اور نوعِ انسانی کے گل سرسبد تھے" عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے الفاظ دل کی گہرائیوں سے نکلتے ہیں۔

"ابوبکرؓ کے متعلق کیا کہتے ہو"؟ حجاج دوسرا سوال کرتا ہے۔

"وہ صدیق تھے۔ انہوں نے سعادت کی زندگی بسر کی اور فوت ہوئے تو داد و تحسین اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ زندگی بھر اپنے نبیؐ کے راستے پر گامزن رہے اور اس سے سرِ مو انحراف نہ کیا" سعید عقیدت میں ڈوبی ہوئی آواز میں جواب دیتے ہیں۔

"عمرؓ کے متعلق کیا خیال ہے"؟ ایک سوال اور ہوتا ہے۔

"عمر فاروقؓ حق و باطل میں تمیز کرنے والے، اللہ کے مقبول بندے اور اس کے رسولؐ کے محبوب رفیق تھے، اپنے دونوں رفقاء کی راہ پر گامزن رہے اور اس میں ذرا سا ردو بدل بھی گوارا نہ کیا" سعید کی عقیدت کا جذبہ اور گہرا ہو جاتا ہے۔

"عثمانؓ کے بارے میں کیا رائے ہے"؟ حجاج پھر پوچھتا ہے۔

"مظلوم، مقتول، جیشِ عسرت کا سامان فراہم کرنے والے، بئر رومہ کو مسلمانوں کے لیے وقف کرنے والے، جنت میں اپنا گھر خریدنے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور رفیق"۔ سعید کہتے ہیں، اُن کا ایک ایک لفظ عقیدت و ارادت میں ڈوب کر نکلتا ہے۔

"اور علیؓ کے متعلق کیا کہتے ہو"؟ حجاج پوچھتا ہے۔

Marfat.com

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی، پہلے نو عمر مسلمان، فاطمۃ الزہرارضؓ کے شوہر، حسنؓ اور حسینؓ کے والدِ گرامی قدر۔" سعید کی بلند آواز گونجتی ہے۔

"عبدالملک کے متعلق کیا رائے ہے؟" حجاج کی تیوری پر بل پڑ جاتے ہیں۔

"ایسے شخص کے متعلق کیا پوچھتے ہو جس کے گناہوں میں سے ایک گناہ تمہارا وجود ہے۔" سعید پوری بے باکی کے ساتھ کہتے ہیں۔

"میرے بارے میں کیا خیال ہے؟" حجاج چبھتے ہوئے انداز میں سوال کرتا ہے۔

"تم اپنے بارے میں خود بہتر جانتے ہو۔" سعید اُسے اپنے نفس کا احتساب کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

"پھر بھی۔" حجاج اپنے اندر جھانکنے کے بجائے اپنا سوال دہراتا ہے۔

"تم بُرا مانو گے اور چراغ پا ہو جاؤ گے۔" سعید اس کی نفسیاتی کمزوری پر انگلی رکھ دیتے ہیں۔

"تاہم کہو۔" حجاج اصرار کرتا ہے۔

"مجھے معاف رکھو۔" سعید پھر طرح دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

"اگر میں تمہیں معاف کر دوں، تو خدا مجھے معافی نہ دے۔" حجاج بھڑک اٹھتا ہے۔

"میں تو اتنا جانتا ہوں کہ کتاب اللہ کی نافرمانی تمہارا دستورِ زندگی بن چکا ہے۔ اپنے نفس کے اشارے پر تم وہ کام کرتے ہو جن سے تمہاری ہیبت اور دبدبہ قائم ہو اور یہ بات تمہیں تباہ کر دے گی۔" سعید بڑے سکون سے کہتے ہیں۔

"اے سعید! تم پر افسوس ہے۔" حجاج دانت پیستے ہوئے کہتا ہے۔

"افسوس اس پر جو جنت سے محروم کر کے دوزخ میں ڈال دیا گیا۔" سعید فوز و فلاح اور مسرت و افسوس کا اسلامی نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

حجاج حکم دیتا ہے سعید کے سامنے لؤلؤ، زبرجد اور یاقوت کے ڈھیر لگا دیئے جائیں۔ حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ سعید کہتے ہیں۔

"اگر تم نے یہ زر و جواہر اس لیے جمع کیے ہیں کہ انہیں فدیہ میں دے کر روزِ قیامت کے خوف سے چھٹکارا پا سکو تو اچھی بات ہے، ورنہ وہ اتنا دہشت ناک دن ہو گا کہ دُودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی۔ اس چیز کا دامن بھلائی سے تہی ہے جسے دنیا کی خاطر جمع کیا گیا ہو، اِلّا یہ کہ وہ حلال اور پاکیزہ ہو۔"

"تم ہنستے کیوں نہیں؟"

"وہ شخص کیسے ہنس سکتا ہے جس کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے اور مٹی کو آگ لقمہ بنا لیتی ہے۔" سعید کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بے مائیگی کا احساس رکھنے والے غفلت کیش نہیں ہوتے۔

"پھر ہم کیوں ہنستے ہیں؟"

"سبھی لوگ یکساں نہیں ہوتے۔" سعید جواب دیتے ہیں۔

"تم نے کبھی تفریح کا سامان بھی دیکھا ہے؟" حجاج عود اور بانسری بجانے کا حکم دیتا ہے۔ اس کا نغمہ سن کر سعید رو پڑتے ہیں۔ حجاج کہتا ہے۔

"یہ رونے کا کیا موقع ہے، موسیقی تو فرحت انگیز چیز ہے۔"

"نہیں یہ نغمۂ ماتم ہے بانسری کی پھونک نے اس آنے والے دن کی یاد دلا دی ہے جب صور پھونکا جائے گا۔ بانسری ایک کاٹے ہوئے درخت کی لکڑی ہے جو ممکن ہے ناحق کاٹی گئی ہو۔ اس کے تار ان بکریوں کے پٹھوں سے بنائے گئے ہیں جو ان کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائی جائے گی۔"

پھر حجاج کہتا ہے۔

Marfat.com

"میں تمہیں اس طرح قتل کروں گا کہ آج تک میں نے نہ کسی کو قتل کیا ہے اور نہ آئندہ کبھی کروں گا۔"

"تم میری دنیا بگاڑو گے میں تمہاری آخرت برباد کردوں گا۔"

"اے سعید اپنے لیے موت کی جو صورت پسند کرتے ہو کرلو۔"

"حجاج آخرت میں اپنے لیے قتل کی جو صورت پسند ہے وہی اختیار کرلو۔"

"کیا تم چاہتے ہو میں تمہیں معاف کردوں؟"

"اگر معاف کردو گے تو یہ معافی اللہ ہی کی جانب سے ہوگی تمہارا کوئی احسان نہ ہوگا۔ تم بہرحال نہ اس سے بری الذمہ ہوگے اور نہ کوئی تمہارا اعتذار قابلِ قبول ہوگا۔" سعید کے الفاظ اور لب ولہجہ دونوں سے بے نیازی ٹپک رہی ہے۔

حجاج حکم دیتا ہے۔

"اسے لے جاؤ اور قتل کردو۔"

سعید دروازے میں سے نکلتے ہیں تو ہنس پڑتے ہیں۔ حجاج کو خبر ملتی ہے۔ انہیں واپس بلاتا ہے اور پوچھتا ہے: "تم کس بات پہ ہنسے ہو؟"

"اللہ کے مقابلے میں تمہاری جسارت اور تمہارے مقابلے میں اللہ کا حلم دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔"

سعید جواب دیتے ہیں۔

حجاج دھوڑی (قتل کا چمڑہ) بچھانے کا حکم دیتا ہے۔ دھوڑی بچھا دی جاتی ہے۔ حکم دیتا ہے: "اسے قتل کردو۔"

سعید قبلہ رُو ہوکر پڑھتے ہیں۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا

Marfat.com

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

(میں نے یکسو ہو کر اپنا رُخ اس ذات کی طرف کیا جس نے ارض و سمٰوات پیدا کئے اور میں مشرک نہیں ہوں)۔

حجّاج پکارتا ہے "اُس کا منہ قبلے کی طرف سے موڑ دو"۔

سعید کہتے ہیں:

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔

(تم جدھر رُخ کرو گے ادھر ہی اللہ کی ذات ہے)

حجّاج غصّے میں پھنکارتا ہے۔

"اسے منہ کے بل زمین پر گرا دو"۔

سعید کہتے ہیں:

مِنْہَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْہَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْہَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی۔

(اس زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور پھر اسی میں سے دوبارہ نکالیں گے)

حجّاج چلّاتا ہے۔

"اسے ذبح کر دو"

سعید کلمہ شہادت پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں اے حجّاج، اب قیامت کے روز تم سے ملاقات ہوگی۔

پھر بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ بلند کر کے دُعا مانگتے ہیں: "اے اللہ میرے قتل کے بعد اِسے کسی اور شخص کے قتل پر قادر نہ کرنا"۔

Marfat.com

دفعتاً جلاد کی تلوار چمکتی ہے اور کشتۂ حق کا سر زمین پر آ گرتا ہے۔ بے دھڑ کا یہ سر زبان سے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پکار رہا ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(۲)

یہ سعید بن جبیر[1] تھے۔ انہیں کون شخص نہیں جانتا، یہ اسلامی تاریخ کے ان رجال عظیم میں سے تھے جو علم و فضل کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکے، جن کی نیکو کاری اور پاکبازی اہلِ ایمان کے لیے نمونہ تھی، حق پرستی جن کا شعار تھا، حق گوئی جن کی داستان حیات کا روشن و تابندہ باب تھا اور جو ایک مسلمان حاکم کی تیغِ جفا جُو کا شکار ہو کر اُمّتِ مسلمہ کی تاریخ کو رنگین کر گئے۔ جُرم کیا تھا؟ وہی جس کا مجرم ظالم اور خدا سے باغی حکمران، اہلِ حق کو ہمیشہ گردانتے آئے ہیں ـــ اسلامی ملک میں فتنے کو ہوا دینا اور امن غارت کرنا۔ یہ ظالم بے شک خود خلقِ خدا کا خون بہاتے رہیں، مسلمانوں کی جانوں سے کھیلیں، ان پر ظلم و ستم ڈھائیں اور ان کی زندگی اجیرن کر دیں، سب کچھ روا اور جائز ہے، لیکن اگر کوئی اللہ کا بندہ ان کے ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرے، تو وہ باغی، سرکش اور گردن زدنی ہے۔ سعید بن جبیر کا بس یہی جرم تھا۔

سعید بن جبیر بلند پایہ محدث تھے۔ انہوں نے صحابۂ کرامؓ کی ایک منتخب جماعت سے روایت کی ہے جس میں علیؓ ابن ابی طالب، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور ابوہریرہؓ ایسے

---

[1] پیدائش ۳۷ھ وفات ۹۴ھ

Marfat.com

اساطینِ حدیث شامل ہیں۔

وہ ایک ذہین فقیہ تھے۔ بڑے بڑے ائمہ علم فتویٰ کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے۔
ابنِ ابی مغیرہ کا قول ہے: اہلِ کوفہ ابن عباسؓ کے پاس مسائل پوچھنے آتے تو آپ فرماتے کیا تم لوگوں کے درمیان ابنِ ام الدہماء (سعید بن جبیرؒ) نہیں ہیں کہ میرے پاس آتے ہو؟ امام احمد بن حنبل کا ارشاد ہے حجاج نے سعید کو قتل کر دیا، حالانکہ دھرتی کے سینے پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو۔ حضیف کہتے ہیں تابعین میں سعیدؒ بن مسیب مسائلِ طلاق، عطاؒ مسائلِ حج، طاؤسؒ مسائلِ حلال و حرام اور مجاہدؒ تفسیر قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے اور سعیدؒ بن جبیر کا علم ان سب مسائل اور شاخوں پر حاوی تھا۔

ورع و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دل ان کے جمالِ جہاں آرا سے سوز و گداز پاتے۔ جو شخص بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اُسے اللہ کے ذکر کی تلقین فرماتے۔ ہلال بن خباب کہتے ہیں۔ ہم ایک روز ایک جنازے کے ساتھ گئے۔ سعید بن جبیر بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ وہ ساری راہ احادیثِ رسولؐ سناتے اور اللہ کے ذکر کی تلقین فرماتے رہے۔ جنازہ قبرستان میں پہنچا، تو بیٹھ گئے اور وعظ و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا؛ حتیٰ کہ ہم میت کی تدفین کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر لوٹ آئے۔ آپ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے۔ فرماتے اگر میرا دل موت کے ذکر سے غافل ہو گیا، تو ڈر ہے اس کی یہ غفلت مجھے تباہ کر دے گی۔

پوچھا گیا آپ کے نزدیک سب سے بڑا عابد کون ہے؟ فرمایا: وہ شخص جس کی زندگی گناہ آلود تھی پھر وہ توبہ تائب ہو گیا، مگر جب کبھی اسے اپنے گناہوں کا خیال آیا اپنے اعمال ہیچ نظر آئے۔
عطاء بن دینار آپ کا یہ قول روایت کرتے ہیں: خشیت یہ ہے کہ اللہ سے اس طرح ڈرے کہ تیری خشیت، تیرے اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہو جائے اور ذکر اطاعتِ الٰہی کا

Marfat.com

نام ہے، جس نے اللہ کی اطاعت کی گویا اس نے اس کا ذکر کیا اور جس نے اس کی اطاعت نہیں کی وہ ذاکر نہیں ہے، چاہے دن رات سبحہ گردانی کرے اور قرآن پڑھے۔

آپ اللہ تعالیٰ سے اکثر یہ دعا مانگا کرتے: اے اللہ میں تجھ سے راستی طلب کرتا ہوں تیرے توکل کا خواہاں ہوں اور تیری ذات سے حُسنِ ظن کا اُمیدوار ہوں۔

اللہ نے آپ کو قرآن کریم میں بڑی بصیرت عطا کی تھی۔ آیاتِ قرآنی کی تفسیر میں آپ سے بہت سے آثار منقول ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

فخلف من بعدهم خلف ورثوا الكتاب يأخذون عرض هذا الادنى

فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ گناہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم استغفار کر لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: اگر کوئی زمین معاصی سے بھر جائے تو ہجرت کر جاؤ۔

ابو یونس جھنی کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ سعید بن جبیر کے سامنے آیت پڑھی۔

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ۔

دمگر کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے)

تو آپ نے فرمایا: اس میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے وہ مکہ کے چند ستم رسیدہ تھے۔ میں نے کہا میں ایسے ہی لوگوں دیعنی حجاج کی تیغِ ستم کے کشتگان) کے پاس سے آرہا ہوں۔

سعید نے کہا: بھتیجے ہم لوگوں نے اس کے خلاف بڑی جدّوجہد کی، لیکن کیا کیا جائے خدا کی مرضی یہی ہے۔

آپ کے بعض اقوال آج بھی اپنے دامن میں رشد و ہدایت کا سامان رکھتے ہیں۔

ایک بار کسی نے پوچھا "آپ اصفہان میں تھے تو حدیثِ رسولؐ بیان نہیں کرتے تھے،

Marfat.com

مگر اب کوفے میں آپ کا طرزِ عمل بالکل برعکس ہے۔ فرمایا: اپنی متاع قدر شناس لوگوں میں پیش کرو۔

ایک مرتبہ فرمایا: میرا اپنا نفس اس قدر حقیر ہے کہ کسی شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھتا ہوں، تو اُسے ٹوکتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ آپ کے سامنے کسی کی غیبت کی جاتی، تو فرماتے جو کچھ تمہیں کہنا ہے اس شخص کے منہ پر کہو۔

ہلال بن خباب نے ایک مرتبہ دریافت کیا: لوگ کس وجہ سے ہلاک ہوں گے؟

فرمایا: علمائے سُو کے ہاتھوں۔

ایک بار فرمایا دعا کی حلاوت و لذّت اس کی قبولیّت کی علامت ہے۔

(۳)

یہ تھی وہ محدثِ امین، عالم، فقیہہ، صاحبِ ورع و تقویٰ اور صاحب بصیرت شخصیت جس پر حجاج کا دستِ ظلم و طغیانی دراز ہوا اور جس کے خونِ مطہر سے اس نے اپنی تیغِ جفا جُو کو رنگین کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کا یہی عظیم مرتبہ ان کی شہادت کا باعث ہوا۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس مرتبۂ عظیم کا اہل ثابت کر دیا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں

سعید بن جبیر اکثر دُعا کرتے کہ اللہ انہیں خلعتِ شہادت سے سرفراز فرمائے۔

مکّہ معظمہ میں گورنر خالد بن عبداللہ قشری کی قید میں تھے۔ جب حجّاج کے سپاہی انہیں لینے کے لیے آئے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا میرے قتل کا وقت آ پہنچا۔ میں نے اور میرے دو ساتھیوں نے ایک مرتبہ اللہ سے دُعا کی تھی کہ وہ ہمیں شہادت نصیب فرمائے۔ میرے

Marfat.com

دونوں ساتھی اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں اور مجھے اس کا انتظار ہے۔

حجاج کے سپاہی انھیں لے کر مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو راستے میں عجیب وغریب کیفیات کا مشاہدہ کیا۔ ان سے کہنے لگے: اے مردِ نکوکار! کاش ہمیں آپ کے رتبے کی معرفت حاصل نہ ہوتی اور ہمیں یہ کام نہ سونپا جاتا۔ ہماری بدنصیبی کا کوئی ٹھکانا نہیں، ہم نہایت سخت آزمائش میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ قیامت کے دن ہماری طرف سے ہمارے خالق کے حضور معذرت فرمائیے گا کیونکہ وہ بڑا ہی منصف وعادل ہے۔ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

سعید نے کہا "میری طرف سے تم پر کوئی وبال نہیں۔ میں راضی برضائے الٰہی ہوں"۔

مقتل میں جانے سے پہلے اپنے صاحبزادے کو بلایا۔ وہ آئے اور باپ کو دیکھ کر رونے لگے۔ فرمایا: "بیٹے، روتے کیوں ہو؟ تمہارا باپ زندگی کی ستاون بہاریں تو دیکھ چکا ہے، اب مزید زندہ رہنا کیا ضروری تھا؟"

سعید کا قتل ایک عظیم مردِ صالح اور بے مثال امامِ علم کا قتل تھا۔ حجاج کی تلوار سوا لاکھ مسلمانوں کا لہو چاٹ چکی ہے۔ ان میں بڑے بڑے صلحاء اور ابرار بھی تھے مگر اس تیغ نے اُمت کے جسد میں جو گھاؤ لگایا اس پر پوری اُمت رنج وغم میں ڈوب گئی، جس نے بھی سُنا تلملا کر رہ گیا۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: "خدایا ثقیف کے فاسق (حجاج) سے اس کا انتقام لے۔ بخدا اگر سعید کے قتل میں دنیا بھر کے لوگ بھی شریک ہوتے تو خدا ان سب کو جہنم کی آگ میں جھونک دیتا۔

سعید بن جبیرؒ آخری شخص تھے جنہیں حجاج کے حکم سے قتل کیا گیا۔ پھر اُسے کسی دوسرے شخص پر تلوار اُٹھانے کی مہلت نصیب نہ ہوئی۔ سعید کے خونِ مطہر سے ظلم وستم کا پیالہ لبالب بھر گیا اور اللہ کی سخت پکڑ اور عذابِ شدید نے حجاج کو آ لیا ہے، چنانچہ اب وہ دماغی عوارض میں مبتلا ہو کر بسترِ مرگ پر لیٹ چکا ہے۔ بیہوشی اور غنودگی کی حالت میں دیکھتا ہے۔

Marfat.com

سعید اپنے کپڑے سمیٹے اس سے پوچھ رہے ہیں، "دشمنِ خدا! تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا؟" گھبرا کر اُٹھ بیٹھتا ہے اور چلاتا ہے: میں اپنے اور ابنِ جبیر کے معاملے کا کیا کروں، پھر اسے ایک ایسی بیماری آلیتی ہے کہ طبیب حیرت زدہ ہیں۔ سخت کپکپی طاری ہے جیسے شدّت کی سردی لگ رہی ہو۔ آگ سے بھری ہوئی انگیٹھیاں اس کے جسم کے ساتھ لگا کر رکھ دی جاتی ہیں، مگر کپکپی نہیں جاتی، ساتھ ہی کھانا پینا بند ہو جاتا ہے۔ آخر ایک ایسی موت اس کا خاتمہ کر دیتی ہے کہ جو بھی سنتا ہے لرز اُٹھتا ہے۔

اس طرح سعید کی دُعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو جاتی ہے کہ خدایا میرے بعد اسے کسی اور شخص کے قتل کی مہلت نہ دینا۔ سعید بے حد مستجاب الدعوات تھے۔ ان کی زندگی سعادت کا مرقّع تھی اور موت، شہادت کی موت۔

فَعَاشَ سَعِيدًا وَّمَاتَ شَهِيدًا۔

Marfat.com

۳

خلافتِ راشدہ کا ایک جج

Marfat.com

"میں چھ ماہ تک شریح کی عدالت میں معلومات حاصل کرنے
کے لیے جاتا رہا۔ میں ان سے کچھ پوچھتا نہ تھا، ان کے
فیصلے میری معلومات کے لیے کافی ہوتے تھے۔"

(مکحولؒ)

Marfat.com

عمر بن خطابؓ کا عہدِ خلافت ہے۔ عمرؓ کسی شخص سے ایک گھوڑا خریدتے ہیں، اس شرط پر کہ پسند آگیا تو رکھ لیں گے، ورنہ واپس کر دیں گے۔ گھوڑا ایک سوار کو جانچنے کے لیے دیتے ہیں اور وہ سواری میں چوٹ کھا کر لنگڑا ہو جاتا ہے۔ عمرؓ گھوڑا واپس کرنا چاہتے ہیں، مگر مالک لینے سے انکار کرتا ہے۔ دونوں شریح[1] بن حارث کو ثالث مقرر کرتے ہیں۔ شریح فیصلہ کرتے ہیں "جو گھوڑا خریدا ہے اسے رکھو یا جس حالت میں لیا تھا اسی حالت میں واپس کرو۔" عمرؓ فیصلہ ہی تسلیم نہیں کرتے شریح کو کوفہ کا جج بھی مقرر کر دیتے ہیں کہ ایسا دقیقہ رس، ذکی، طبّاع، حدیث و فقہ کا ماہر اور بے خوف شخص ایسے ہی بلند منصب کا اہل ہو سکتا ہے۔

شریح اپنے اس منصب کی ذمّہ داریوں کو اس خوبی، قابلیّت اور دیانت کے ساتھ انجام دیتے ہیں کہ عبدالملک کے زمانے تک مسلسل ساٹھ برس اس منصبِ جلیلہ پر فائز رہتے ہیں۔ اسلام کی تاریخ میں ان کا شمار سب سے بڑے قضاۃ میں ہوتا ہے۔ ان کے بعض فیصلوں پر تو اسلام کی تاریخِ عدل بجا طور پر ناز کر سکتی ہے۔

(۲)

حضرت علیؓ کا دورِ خلافت ہے۔ دارالخلافہ مدینے سے کوفے منتقل ہو چکا ہے۔ شریح

---

[1] وفات ۷۹ھ

Marfat.com

اسلامی مملکت کے چیف جسٹس ہیں۔ امیر المومنین علیؑ اور ایک یہودی کا تنازعہ ان کی عدالت میں پیش ہوتا ہے۔ امیر المومنین کی زرہ کہیں گر پڑی تھی اور اس یہودی کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ امیر المومنین کو پتہ چلتا ہے تو اس سے زرہ کا مطالبہ کرتے ہیں، مگر یہودی کہتا ہے زرہ میری ہے، چنانچہ دینے سے انکار کر دیتا ہے۔ امیر المومنین عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ چیف جسٹس شریح فریقین کے بیان لیتے ہیں، یہودی اپنے بیان میں کہتا ہے زرہ میری ہے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ میرے قبضے میں ہے۔ چیف جسٹس شریح امیر المومنین سے اپنے دعوے کے ثبوت میں گواہ پیش کرنے کو کہتے ہیں۔ وہ دو گواہ پیش کرتے ہیں۔ حسنؓ اور قنبرؓ۔ چیف جسٹس شریح کہتے ہیں۔ قنبرؓ کی شہادت تو قبول کرتا ہوں لیکن حسنؓ کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔

امیر المومنین کہتے ہیں آپ حسنؓ کی شہادت کو مسترد کرتے ہیں! کیا آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا کہ حسنؓ اور حسینؓ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں؟ چیف جسٹس شریح کہتے ہیں: سنا ہے، مگر میرے نزدیک باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت معتبر نہیں۔

دوسرا شاہد نہ ہونے کی وجہ سے امیر المومنین کا دعویٰ خارج کر دیا جاتا ہے۔ امیر المومنین نہ تو کوئی آرڈی ننس جاری کرتے ہیں اور نہ کسی قانون کی پناہ ڈھونڈتے ہیں بلکہ اس فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

یہودی اس فیصلے سے بے حد متاثر ہوتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے ایک شخص صاحبِ اقتدار ہونے کے باوجود زرہ اس سے نہیں چھینتا بلکہ عدالت کے دروازے پر دستک دیتا ہے اور مدعی کی حیثیت سے اس کے سامنے جاتا ہے۔ پھر عدالت اس کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ نہیں کرتی، مدعی اور مدعا علیہ دونوں یکساں حالت میں اس کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ عدالتی

Marfat.com

کارروائی میں بھی کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا، روزمرہ کی سی کارروائی ہوتی ہے اور عدالتی طریق کار کے عین مطابق۔ پھر عدالت کا جج امیرالمومنین کے خلاف فیصلہ صادر کرتا ہے اور امیرالمومنین بے چون وچرا اس فیصلے کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ اسلامی عدالت کا بے لوث عدل اور امیرالمومنین کا منصفانہ کردار اس کے دل میں کھب جاتا ہے۔ وہ وہیں عدالت میں پکار اٹھتا ہے کہ زرہ امیرالمومنین ہی کی ہے اور جس دین کا ماننے والا قاضی، امیرالمومنین کے خلاف فیصلہ صادر کرتا ہے اور امیرالمومنین اس فیصلے کو بلا حیل و حجت تسلیم کر لیتا ہے وہ یقیناً سچا ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

امیرالمومنین اس یہودی کے اسلام قبول کر لینے پر اتنے مسرور و شادماں ہوتے ہیں کہ اس یادگار میں اپنی زرہ اسے دے دیتے ہیں۔

(۳)

عدل گستری کا ایک منظر اور ملاحظہ فرمائیے۔

عدالت کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اپنے عہد کے بلند پایہ عالم اشعث بن قیس تشریف لاتے ہیں۔ جسٹس شریح اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے شیخ اور سردار، خوش آمدید! پھر انہیں اپنے پہلو میں بٹھا لیتے ہیں اتنے میں ایک شخص داخل ہوتا ہے، وضع قطع اور لباس وغیرہ بتا رہے ہیں کہ کوئی عامی ہے۔ وہ اشعث کے خلاف دعویٰ دائر کرتا ہے اور عدالت سے انصاف چاہتا ہے۔ جسٹس شریح اس کا بیان لیتے ہیں۔ جونہی سارا واقعہ سنتے ہیں ان کی نگاہیں بدل جاتی ہیں اور اشعث کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"اشعث! یہاں سے اٹھو مدعی کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور جواب دعویٰ پیش کرو۔"

Marfat.com

اشعث جسٹس شریح کے اس طرزِ عمل پر چونک پڑتے ہیں اور کہتے ہیں "میں یہیں بیٹھ کر ان کی باتوں کا جواب دوں گا۔"

جسٹس شریح کی باوقار اور بلند آواز عدالت میں گونجتی ہے۔

"فوراً کھڑے ہو جاؤ ورنہ میں کسی کو حکم دوں گا کہ وہ تمہیں اٹھا دے۔"

عدالت میں سناٹا طاری ہے۔ اشعث چپ چاپ اٹھتے ہیں اور مدّعی کے ساتھ جا کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(۴)

کسی جج کو عدل و انصاف کی راہ سے بہت سے امور منحرف کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ حکّام کا دباؤ، ان کا لحاظ، عزیز و اقارب کا پاس، سفارش، رشوت اور ظاہر فریبی۔ جن دنوں کا ذکر ہو رہا ہے اس وقت عدالت پر اعلیٰ حکام یا خود سربراہِ مملکت کے دباؤ کا ابھی تصوّر تک سایہ فگن نہیں ہوا۔ رہا لحاظ اور مروّت، تو اوپر کے مناظر شاہد ہیں کہ جسٹس شریح عدل و انصاف کے باب میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔ اگر امیر المومنین کی پیش کردہ شہادت بھی ناقص ہوتی ہے تو ان کا دعویٰ مسترد کر دیتے ہیں۔ اپنے ایک دوست اور وقت کے بہت بڑے قابلِ احترام عالم کو بھی بھری عدالت میں مدّعی کے دوش بدوش جا کھڑے ہونے کا حکم صادر کرتے ہیں اور ان کی طرف سے نادانستہ گریز کا اظہار دیکھ کر جبراً اٹھا دینے کی دھمکی دیتے ہیں۔

عزیز و اقارب کا پاس بھی عموماً عدل کی راہ میں حائل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے دور میں کوئی عادل جج کسی ایسے مقدمے کی سماعت نہیں کرتا جس کا تعلق اسکے اپنے عزیز و اقارب یا دوست احباب سے ہو۔ خود فریقِ مخالف بھی ایسی صورت میں خواہش مند ہوتا ہے کہ مقدمہ

Marfat.com

کسی دوسری عدالت میں منتقل ہو جائے، لیکن اُس زمانے میں اس بنیاد پر انتقالِ مقدمہ کا دستور نہیں تھا دوسرے ججوں کی طرح جسٹس شریح کی عدالت میں بھی ان کے اپنے عزیزوں اور دوستوں کے مقدمات پیش ہوتے ہیں اور ان کا فیصلہ کرنے میں وہ کسی تعلق کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اگر ان کا لڑکا بھی قانون کی زد میں آجاتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

ایک مرتبہ ان کا صاحبزادہ کسی ملزم کی ضمانت دیتا ہے۔ ملزم بھاگ جاتا ہے۔ جسٹس شریح ملزم کے بدلے میں اپنے لڑکے کو جیل بھیج دیتے ہیں۔

ایک بار ان کا اردلی کسی شخص کے کوڑے مارتا ہے۔ مضروب ان کی عدالت میں استغاثہ دائر کرتا ہے اور وہ اردلی کو مضروب کے ہاتھوں کوڑے لگواتے ہیں۔

ایک مرتبہ ان کے خاندان کا ایک فرد کسی شخص پر ظلم ناروا کرتا ہے، جسٹس شریح اُسے ایک ستون سے بندھوا دیتے ہیں۔ عدالت برخاست ہوتی ہے اور جانے لگتے ہیں، تو وہ عزیز کچھ کہنا چاہتا ہے، مگر شریح یہ کہہ کر چلے جاتے ہیں مجھ سے کہنے سننے کی حاجت نہیں، تمہیں حق نے قید کیا ہے۔

۵

ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے کا چند دوسرے اشخاص سے کسی حق کے بارے میں تنازعہ ہو جاتا ہے۔ لڑکا انہیں سارے واقعات بتا کر پوچھتا ہے اگر مقدمے میں کامیابی کی امید ہو، تو میں دعویٰ کر دوں ورنہ خاموش رہوں۔ شریح مشورہ دیتے ہیں مقدمہ دائر کر دو۔ مقدمہ انہیں کے سامنے پیش ہوتا ہے اور وہ لڑکے کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں۔ گھر آتے ہیں، تو لڑکا کہتا ہے میں نے آپ سے مشورہ نہ کر لیا ہوتا، تو اس فیصلے پر مجھے شکایت نہ ہوتی مگر آپ نے خود ہی

Marfat.com

مقدمہ دائر کرنے کا مشورہ دیا اور خود ہی میرے خلاف فیصلہ صادر کر دیا۔ اس طرح مجھے ذلیل و رسوا کیا۔ جسٹس شریح کا جواب انصاف کی تاریخ میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، کہتے ہیں:

"جانِ پدر! تم مجھے دنیا جہان سے عزیز ہو، لیکن اللہ مجھے عزیز تر ہے۔ مجھے ان لوگوں کا حق نظر آیا تھا اگر میں تمہیں بتا دیتا، تو تم ان سے صلح کر لیتے اور ان کا حق مارا جاتا۔"

رشوت بھی حق و عدل کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ عدالتوں اور سرکاری دفتروں میں اس کا چلن ہر زمانے میں رہا ہے اور یہ مختلف شکلوں میں موجود رہی ہے۔ رشوت کی ایک مہذّب ترین صورت ہدیہ و تحائف ہیں۔ اہلِ معاملہ اپنے جائز و ناجائز امور و خواہشات پوری کرنے کے لیے عموماً انہیں کا سہارا لیتے ہیں۔ جسٹس شریح کے پاس بھی ہدیہ و تحائف آتے ہیں۔ ہدیہ تو وہ قبول کر لیتے ہیں، مگر رشوت سے بچنے کے لیے فوراً ہدیہ دینے والے کو اپنی جانب سے ہدیہ دے دیتے ہیں۔

(۶)

جج اور قاضی بسا اوقات ظاہر فریبی میں آ جاتے ہیں۔ حقیقت کی تہ تک پہنچنے کے لیے نہایت گہری بصیرت اور عمیق نظر کی ضرورت ہے۔ جسٹس شریح بے حد دقیقہ رس ہیں، اہلِ مقدمہ کی ظاہری حالت سے کبھی متاثر نہیں ہوتے۔ ایک عورت ایک مرد کے خلاف مقدمہ دائر کرتی ہے۔ عدالت میں آتی ہے تو زار و قطار رونے لگتی ہے۔ امام شعبیؒ بھی موجود ہیں۔ شریح سے کہتے ہیں یہ عورت مظلوم معلوم ہوتی ہے۔ شریح کہتے ہیں رونا مظلومیت کا ثبوت نہیں، یوسف کے بھائی بھی اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تھے۔

جسٹس شریح مقدمے کی گہرائیوں میں اترتے ہیں اور شہادتوں کو خوب جانچتے پرکھتے ہیں:

Marfat.com

تاہم مقدمے کا انحصار چونکہ شہادتوں پر ہوتا ہے اس لیے جب دیکھتے ہیں کہ گواہ مشکوک ہیں، مگر ان کی ظاہری صداقت پر گرفت نہیں کی جا سکتی، تو گواہوں سے کہتے ہیں میں نے تمہیں طلب نہیں کیا تم جانا چاہتے ہو تو میں نہیں روکتا، تمہاری گواہی سے میرا دامن محفوظ ہو جائے گا، تم بھی اپنے آپ کو بچاؤ۔ اگر گواہ جھوٹی گواہی سے پھر بھی باز نہیں آتے، تو چونکہ جج کسی گواہ کو شہادت دینے سے نہیں روک سکتا اس لیے جسٹس شریح مجبوراً اس کی شہادت پر فیصلہ کر دیتے ہیں، تاہم جس فریق کے حق میں فیصلہ ہوتا ہے اس سے کہہ دیتے ہیں کہ تم اس معاملے میں ظالم ہو، لیکن مقدمے کا فیصلہ مجھے اپنے خیال و گمان پر نہیں ثبوت کے مطابق کرنا ہے۔ اس لیے یہ بات اپنی جگہ پر رہ جاتی ہے کہ جو چیز خدا نے تم پر حرام کی ہے میرا فیصلہ اسے حلال نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

Marfat.com

۴

ایثار کا نشانِ جلیل

Marfat.com

"انہوں نے ایثار و قربانی کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی مثالیں تاریخ میں بہت کم ملتی ہیں"۔

Marfat.com

عراق کا سفاک گورنر حجّاج بن یوسف ثقفی، ابراہیم بن یزید النخعیؒ کی تلاش میں ہے۔ ابراہیم، اقلیم علم وفضل کے تاجدار اور کوفے کے ممتاز محدّث اور فقیہہ تابعی ہیں۔ نہایت حق گو اور حق پسند۔ حجّاج کے جور وستم کے خلاف برملا آواز اٹھاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس پر لعنت بھیجنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک مرتبہ ان کی مجلسِ درس میں کسی نے پوچھا: "حجّاج پر لعنت بھیجنے کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟" فرمایا: "اللہ تعالیٰ خود قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

(خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو)

حجّاج کے مظالم کے خلاف جب محمدؐ بن عبدالرحمٰن بن اشعث نے خروج کیا، تو بہت سے تابعی اور علماء وصلحاء اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ ابراہیم النخعی نے بھی ابن اشعث کی حمایت اور تائید کی، چنانچہ حجّاج ان کے خون کا پیاسا ہو گیا ہے۔ اس کی پولیس اور خفیہ گماشتے ان کی تلاش میں ہیں اور عراق کا گوشہ گوشہ چھانتے پھر رہے ہیں۔

(۲)

کوفہ اندھیری رات کے لبادے میں لپٹا ہوا گہری نیند سو رہا ہے لیکن ابراہیم بن یزید تیمی اپنے اللہ کے حضور رکوع وسجود میں مصروف ہیں۔ ابراہیم تیمی فضل وکمال کے اعتبار

Marfat.com

سے کوئی ممتاز شخصیت نہیں۔ لیکن دنیا سے بے نیازی اور زہد و ورع میں اپنی مثال آپ ہیں۔ عبادت میں خاص اہتمام ہے۔ تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہیں ہوتی۔ اس سے غفلت کو انسان کی دینی زندگی کے لیے خطرناک قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "جو شخص تکبیر اولیٰ میں تساہل کرتا ہے اس سے ہاتھ دھو ڈالنے چاہئیں" نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ کیف و استغراق کا یہ عالم کہ سجدے کی حالت میں چڑیاں اُڑ اُڑ کر بیٹھتی اور چونچیں مارتی ہیں، مگر انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔ دو دو مہینے مسلسل روزے رکھتے اور روزانہ انگور کے ایک دانے پر پورا چلّہ گزار دیتے ہیں۔ اس زہد و ورع کے باوجود اپنے اعمال کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ خوفِ آخرت سے ہر وقت لرزہ براندام رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "میں اپنے قول و عمل میں موازنہ کرتا ہوں تو اس خیال سے لرز اٹھتا ہوں کہ کہیں اللہ کے ہاں مجھے جھوٹا اور ریاکار نہ لکھ دیا جائے۔" ابراہیم کی زندگی کا ایک حسین رُخ اور بھی ہے۔ وہ قربانی اور ایثار کا مجسّم پیکر ہیں۔ دوسروں کے آرام کی خاطر خود بے آرامی گوارا کر لیتے ہیں۔ ہر معاملے میں اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ فاقہ کرنا پڑے تو کر لیں گے مگر سوالی کو خالی ہاتھ جانے نہیں دیتے۔

ابراہیم اپنے محلّے کی مسجد کے ایک گوشے میں اپنے آقا و مولا سے محوِ راز و نیاز ہیں کہ حجّاج کے سپاہی آن پہنچتے ہیں۔ ابراہیم گرد و پیش سے بے خبر دیر تک نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ سلام پھیرتے ہیں تو پولیس افسر آگے بڑھ کر پوچھتا ہے:

"تمہارا نام ابراہیم ہے؟"

"ہاں، مجھے ابراہیم کہتے ہیں۔"

"اور باپ کا نام؟"

"یزید!"

Marfat.com

سپاہی چونک جاتے ہیں۔ "ابراہیم بن یزید... آخر تمہیں پکڑ ہی لیا" پولیس افسر خوشی کے مارے چیخ اٹھتا ہے۔ "ہماری گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ ہم مجرم کو پاتال سے بھی ڈھونڈھ نکالتے ہیں" وہ اپنی کامیابی پر آپ ہی اپنے آپ داد دیتا ہے اور پھر حقارت بھرا قہقہہ رات کی خاموش فضا میں گونجتا ہے۔

ابراہیم سمجھ جاتے ہیں کہ قصہ کیا ہے۔ وہ لوگ انہیں ابراہیم بن یزید النخعی سمجھ رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ حجاج ابراہیم النخعی کی جان کے درپے ہے، لیکن خاموش رہتے ہیں۔ اگر ایک صاحبِ فضل و کمال کی جان اس طرح بچ سکتی ہے تو وہ اس پر اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ ایثار اور قربانی تو ان کی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔

ابراہیم بن یزید تیمی گرفتار کر لیے جاتے ہیں۔ حجاج کے سامنے پیش ہوتے ہیں تو وہ تحقیقات کی زحمت کیے بغیر انہیں زنجیروں میں جکڑ کر دیماس کے قید خانے میں ڈال دینے کا حکم دیتا ہے۔ یہ قید خانہ حجاج نے بطورِ خاص سنگین مجرموں کے لیے بنوایا ہے۔ یہ قید خانہ نہیں موت کا گھر ہے۔ گرمی، سردی، بارش اور دھوپ سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں۔ کھلے آسمان کے نیچے بلند و بالا دیواروں سے گھرا ہوا بس ایک وسیع و عریض احاطہ ہے۔ یہاں جو شخص ایک مرتبہ پہنچ جاتا ہے قیدِ حیات سے چھوٹ کر ہی نکلتا ہے۔

(۳)

ابراہیم تیمی کے لیے ان کی والدہ کئی روز سے مضطرب اور پریشان ہیں۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہاں چلے گئے۔ شدہ شدہ بات پھیلتی ہے کہ انہیں ابراہیم النخعی کے دھوکے میں حجاج کے آدمی پکڑ لے گئے ہیں اور اب وہ دیماس کے قید خانے میں محبوس ہیں۔ والدہ اُن سے ملنے

Marfat.com

کے لیے پہنچتی ہیں، تو بیٹے کو پہچان نہیں سکتیں۔ چند دن کے اندر اندر رنگ روپ بدل گیا ہے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گئے ہیں۔ بیٹے کی حالت دیکھ کر والدہ رونے لگتی ہیں۔

"بیٹا، تم نے بتایا کیوں نہیں، جس ابراہیم کی تمہیں تلاش ہے وہ میں نہیں ہوں"؟

"اماں، نخعی علم و عمل کا چراغ ہیں جس سے ہزاروں دیئے اور روشن ہوں گے۔ اس چراغ کو ظلم و جور کی آندھی سے بجھنا نہیں چاہیئے۔ ابراہیم کی زندگی ملت کا سرمایہ ہے، اس سرمائے کو لیٹروں کے ہاتھ سے محفوظ رہنا چاہیئے۔ میری زندگی کی قربانی سے اگر یہ چراغِ علم و عمل اور سرمایہ ملت محفوظ رہتا ہے، تو میرے لیے اس سے بڑھ کر سعادت اور کیا ہو سکتی ہے"۔

"ہاں، ابراہیم النخعی ملت کی متاعِ گراں بہا ہیں، ان پر آنچ نہیں آنی چاہیئے۔ بیٹا، اللہ تمہارے اس ایثار کو قبول کرے، وہ مجھے صابر و شاکر پائے گا"۔ ایثار پیشہ بیٹے کی عظیم ماں جواب دیتی ہے۔

(۴)

ابراہیم تیمی دیماس کے وحشت ناک قید خانے میں مصائب جھیلتے رہتے ہیں اور آخر ایک رات بندِ زنداں اور قیدِ حیات دونوں سے چھوٹ جاتے ہیں۔ اسی رات حجاج خواب میں دیکھتا ہے، کوئی کہہ رہا ہے آج شہر میں ایک جنتی مر گیا ہے۔ صبح اٹھ کر تحقیقات کرتا ہے، تو پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم قید خانے میں فوت ہو گئے ہیں۔ جفا شعار جھلا اٹھتا ہے "یہ خواب محض شیطانی وسوسہ ہے"۔ وہ کہتا ہے اور پھر حکم دیتا ہے کہ ابراہیم کی لاش گھورے پر پھینک دی جائے۔

ظالم اپنے سفاک نفس کی تسکین کیلئے کیا کچھ سامان نہیں کرتے؟ اپنے مخالفوں سے رسوا کن اور غیر انسانی سلوک کر کے ممکن ہے ان کی مریض نفسیات مطمئن ہو جاتی ہو، لیکن وہ جو حق کی خاطر ہر ظلم کو انگیز کرتے اور ہر رسوائی میں اپنی عزت و توقیر پاتے ہیں، ان کی عظمتوں کا ان ظالموں کا بیمار ذہن

Marfat.com

[illegible]دہ بھی نہیں کر پاتا۔ ابراہیم کا خاکی جسد گھورے پر پڑا ہے، مگر ان کی پاکیزہ رُوح ان بلندیوں میں بیٹھی مسکرا رہی ہے جہاں اُس کا استقبال نورانیوں نے یہ کہہ کر کیا ہے:

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

اے مطمئن اور آسودہ خاطر رُوح اپنے رب کی طرف خوشی خوشی لوٹ آ۔

Marfat.com

۵

مردِ دانائے یمن

Marfat.com

"طاؤس یمن کے عُبّاد میں سے تھے۔ کثرتِ عبادت سے پیشانی پر نشانِ سجدہ تاباں تھا۔ بسترِ مرگ پر بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے: چالیس حج کیے۔"

• (ابن حبان)

Marfat.com

یمن کا گورنر محمدؒ بن یوسف قصرِ امارت میں بیٹھا ہے۔ پہریدار اطلاع دیتا ہے کہ طاؤس بن کیسانؒ[1] اور وہب بن منبّہ تشریف لائے ہیں۔ محمدؒ بڑھ کر ان بزرگوں کی پذیرائی کرتا ہے اور اپنی مسند کے قریب جگہ دیتا ہے۔ صبح کا وقت ہے اور جاڑے کے دن۔ سردی پڑ رہی ہے۔ طاؤس کے جسم پر سردی سے بچاؤ کا کوئی کپڑا نہیں۔ محمدؒ اپنے غلام سے کہتا ہے۔ ایک طیلسان لاکر انہیں اوڑھا دو۔ خادم حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ طاؤس زبان سے تو خاموش ہیں مگر اُن کے چہرے پر انقباض کے نقوش صاف پڑھے جاتے ہیں۔ وہ اپنے کندھوں کو حرکت دیتے ہیں، حتیٰ کہ طیلسان گر پڑتا ہے۔ محمدؒ بن یوسف غضب ناک ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھیں سُرخ انگاروں کی مانند دہکنے لگتی ہیں۔ چہرہ لال بھبوکا ہے۔ ایسی ہتک تو کوئی بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ وہ کسی شخص کو داد و دہش سے نوازنے اور وہ اسے ٹھکرا دے اور یہ تو محمد ہے، یوسف کا بیٹا، اپنے دَور کے سفّاک ترین انسان حجّاج کا بھائی اور خونخوار خانوادے کا ایک فرد۔ جس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ قانون ہے اور جس کے اشاروں پر سر تن سے جدا کر دیے جاتے ہیں۔ وہب بن منبہ محمدؒ کو چراغ پا دیکھ کر دل ہی دل میں لرز اُٹھتے ہیں کہ اب خیر نہیں۔ غلام اپنے آقا کی جانب کچھ اس انداز سے دیکھتا ہے جیسے عرض کر رہا ہو ولی نعمت، حکم ہو تو اس گستاخ کی گردن مار دوں، مگر طاؤس گرد و پیش سے

---

[1] وفات ۱۰۶ھ

Marfat.com

مطلقاً بے نیاز بیٹھے رہتے ہیں۔

باہر نکلتے ہیں تو وہب بن منبہؒ کہتے ہیں اگر آپ اس طیلسان سے ایسے ہی بے نیاز تھے تب بھی محمدؒ بن یوسف کو ناراض کرنا کیا ضروری تھا؟ لے لیتے اور بیچ کر اس کی قیمت مسکینوں میں بانٹ دیتے۔

"اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میرے بعد لوگ اس فعل کو سندِ جواز بنالیں گے، تو میں طیلسان قبول کر لیتا" طاؤس جواب دیتے ہیں۔

یہ طاؤس بن کیسان اپنے عہد کی بلند پایہ علمی و دینی شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں۔ خود بھی غلام رہ چکے ہیں اور غلام کے بیٹے ہیں، لیکن علم کی جلالت و عظمت اور ورع و تقویٰ نے انہیں اپنے دور کے علماء و صلحاء کی صفِ اوّل میں لا بٹھایا ہے۔ بڑے بڑے عالی نسب احرار ان کی مجلس میں حاضری دینے اور ان کے آگے زانوئے ادب تہہ کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ کبار تابعین میں سے ہیں۔ حدیثِ رسولؐ کے حافظ۔ پچاس صحابہؓ کے دیدار سے مشرف اور اُن کے سرچشمۂ علم سے سیراب ہو چکے ہیں۔ فقہ میں بھی جلیل القدر مقام رکھتے ہیں اور ان کے تفقہ کا شہرہ دُور دُور تک ہے۔ ان کے عہد کے تمام اربابِ علم ان کی علمی رفعتوں کے معترف ہیں۔ بعض لوگ انہیں یمن کا سیرین کہتے ہیں۔ بعض ابنِ جُبیر کا ہم پایہ قرار دیتے ہیں۔

بڑے ہی زاہد و عابد۔ امیروں اور رئیسوں کی محفلوں سے نفور اور اربابِ دولت سے بے نیاز۔ برملا کہا کرتے ہیں: میں نے اربابِ شرف و دَوَل سے زیادہ کسی کو شر انگیز نہیں پایا۔ ان کے ادنیٰ سے ادنیٰ احسان کا بھی بار اٹھانا ناپسند کرتے ہیں۔ محمدؒ بن یوسف کے غیظ و غضب کا خطرہ مول لے لیتے ہیں، مگر اُس کا عطا کردہ طیلسان اُس کے سامنے اتار پھینکتے ہیں۔ ایک مرتبہ یمن کا گورنر ان کی خدمت میں پانچسو دینار بطور ہدیہ ارسال کرتا ہے، لیکن طاؤس قبول نہیں کرتے

Marfat.com

اور یوں کانوں واپس کر دیتے ہیں۔

(۲)

عمر بن عبدالعزیزؒ ایک بار طاؤس کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ امیر المومنین سلیمان بن عبدالملک سے ملیں کہ اپنی ضروریات بیان کریں۔ طاؤس کہتے ہیں: مجھے ان سے کوئی احتیاج نہیں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ سخت متعجب ہوتے ہیں لیکن اس باب میں ان کا جو نظریہ ہے وہ عطا کے مندرجہ ذیل بیان سے واضح ہوتا ہے:

عطا کہتے ہیں ایک بار طاؤس میرے ہاں آئے اور فرمایا: "عطا! دیکھو اپنی حاجتیں کبھی ان لوگوں کے پاس نہ لے جاؤ جو اپنے دروازے بند رکھتے ہیں اور جنہوں نے اپنے یہاں دربان بٹھا رکھے ہیں۔ اپنی احتیاج پیش کرنی ہو تو اس کی بارگاہ میں پیش کرو جس کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا اور جو خود حاجت مندوں سے کہتا ہے مجھ سے مانگو، میں تمہاری طلب پوری کروں گا۔ گویا ان کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔ اسی کے آگے دستِ طلب دراز کرنا چاہیے اور اسی سے داد و دہش کی اُمید رکھنی چاہیے۔ یہ ہے وہ لوگ جن کی داد و دہش کا دنیا میں چرچا ہے اور جن کی طرف حاجت مندوں کی نگاہیں عموماً اُٹھا کرتی ہیں، ان کا حال تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دروازے بند کر رکھے ہیں اور دربان بٹھا دیے ہیں تاکہ حاجت مند ان تک پہنچنے نہ پائیں۔ اب اگر وہ کسی کو نوازتے ہیں تو ان کے اس مظاہرۂ جود و کرم کے پیچھے کچھ اور ہی محرکات کارفرما ہوتے ہیں۔ اپنے فرض اور ذمہ داری کا احساس اور خوشنودی باری تعالیٰ نہیں۔ اگر انہیں اپنے فرض کا احساس ہوتا اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی تڑپ دل میں ہوتی یا اللہ کی خوشنودی مدنظر ہوتی، تو اپنے دروازے حاجت مندوں پر بند نہ کرتے اور اس بات کا انتظار

Marfat.com

کرنے کی بجائے کہ اہلِ حاجت آئیں اور ان کے حضور دامنِ طلب پھیلائیں وہ خود اپنی عشرت گاہوں سے نکلتے اور انہیں تلاش کرتے۔ اس تلاش میں دن رات ایک کر دیتے۔ اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھتے جب تک ایک ایک حق دار کو اپنا حق نہ مل جاتا اور حاجتمند احتیاج سے نجات نہ پالیتا۔

اور یہ جو وہب بن منبہؒ سے کہا اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میرے بعد لوگ میرے اس فعل کو سندِ جواز بنالیں گے، تو میں طیلسان قبول کر لیتا تو یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ کسی معاشرے کے راہنما اور قائد ہوتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کے لیے عمل و کردار کا نمونہ ہوتے ہیں۔ عام لوگ انہیں کے اعمال و کردار کو اپنے اعمال و کردار کی کسوٹی بناتے ہیں۔ پھر انسان کی کمزوری یہ ہے کہ وہ بلند کردار اور اعلیٰ نمونے کو مشکل سے اپناتا ہے لیکن کمزوریوں کو لپک کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے رہنماؤں میں کمزوریاں پاتا ہے تو اُسے اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا جواز مل جاتا ہے اور عام حالات میں اُسے اپنی پستی کا جو احساس ہونا چاہیئے وہ نہیں ہو پاتا۔ نتیجہ یہ کہ وہ رفتہ رفتہ پستی میں بالکل ڈوب کر رہ جاتا ہے۔ اس لیے رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے کردار اور عمل کو ہر کمزوری سے محفوظ رکھیں اور اپنے پیچھے ایسی مثال نہ چھوڑیں جو آنے والی نسلوں کو غلط راستے پر گامزن کرنے اور ان کی زندگیوں کو بے راہ روی کا شکار بنانے میں ممد ہو۔

(۳)

طاؤس اپنے دور کے ائمہ کبار میں سے ہیں۔ رُشد و ہدایت اور تعلیم و تفقہ کے لیے ایک دنیا ان کی طرف رجوع کرتی ہے۔ ان کا ہر عمل اوروں کے لیے نمونہ اور مثال ہے۔ اکثر دوسرے علماء و صلحاء کی طرح طاؤس بھی اربابِ اقتدار کے ساتھ میل جول سے اجتناب کرتے ہیں اور

Marfat.com

ان سے کسی قسم کا ہدیہ اور تحفہ قبول نہیں کرتے۔ اس لیے کہ دین کو سیاسی زندگی کی رہنمائی سے یکسو خارج کیا جا چکا ہے اور معاشرے کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں جا چکی ہے جو اپنی اہواو اغراض کے بندے ہیں اور چاہتے ہیں کہ معاشرہ ان کی مرضیات کا غلام بن جائے۔ یہ مقصد وہ علماء و صلحاء کو اپنا آلۂ کار بنا کر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء و صلحاء نے بالعموم اربابِ اقتدار سے اجتناب کیا ہے۔ ان سے رسم و راہ رکھی بھی ہے، تو ان کے ہدیے عطیات اور انعامات و اکرامات قبول کرنے سے محترز رہے ہیں اور اس سلسلے میں ان کی خفگی اور غضب ناکی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ حالانکہ جہاں تک ان کے اپنے کردار کا تعلق ہے وہ اتنا مضبوط اور بلند ہے کہ اگر وہ اربابِ اقتدار کے ہدایا اور عطیات قبول بھی کرلیں تب بھی ان کی خواہشات کا آلۂ کار ہرگز نہ بنیں۔ اور ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ اربابِ اقتدار سے تعلقات قائم رکھنے اور ان کے ہدیے اور عطیات قبول کرنے کے باوجود علماء و صلحائے اُمت نے ان کے آگے ہمیشہ حق بات کہی۔ انہیں حق کی طرف بلایا، ان کی غلط کاریوں پر ٹوکا، ان کی غلط باتوں کو صحیح تسلیم کرنے اور انہیں سندِ جواز دینے سے انکار کیا) لیکن اندیشہ تھا کہ بعد میں آنے والے لوگ اربابِ اقتدار کی بارگاہوں میں حاضری دینے اور ان کے ہدایا اور عطیات قبول کرنے کو اپنے لیے سندِ جواز بنالیں گے۔ پھر ممکن ہے کہ ان کے ہاتھوں میں آلۂ کار بن جائیں اور دین کو ان کی اہوا و اغراض کا چاکر بنا کر رکھ دیں۔ اربابِ اقتدار سے اجتناب اور ان کے ممنونِ احسان ہونے سے گریز کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ طاؤس اپنے جانور کو کسی بادشاہ کے کھدوائے ہوئے کنوئیں کا پانی بھی نہیں پلاتے۔

(۴)

یہ تو طاؤس کی شانِ بے نیازی، خودی اور دوسروں کے لیے بڑی مثال بننے سے

Marfat.com

اجتناب کا حال ہے۔ حق گوئی کا عالم یہ ہے کہ حج کے زمانے میں سلیمان بن عبدالملک دیکھتا ہے کہ ایک آدمی کعبے کا طواف کر رہا ہے۔ نہایت شکیل اور خوبصورت کوئی بڑا عالم معلوم ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ اس کے جلو میں ہیں۔ شاید اس کے خرمنِ علم کے خوشہ چین۔ امام زہری، سلیمان کے ساتھ ہیں۔ پوچھتا ہے۔ "یہ شخص کون ہے؟"

"یہ طاؤس یمانی ہیں۔ اکابرِ صحابہؓ کے صحبت یافتہ۔" زہری جواب دیتے ہیں۔ سلیمان انہیں بلا بھیجتا ہے۔ طاؤس تشریف لاتے ہیں، تو خواستگار ہوتا ہے کہ وہ کوئی حدیثِ رسولؐ سنائیں۔ طاؤس فرماتے ہیں: میں نے ابوموسیٰ اشعری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُنا ہے کہ اللہ کے لیے سب سے سہل مخلوق وہ شخص ہے (یعنی اس پر اللہ کے عذاب کا کوڑا کسی وقت بھی برس سکتا ہے) جسے مسلمانوں کے معاملات کی ذمہ داری سونپی جائے اور وہ عدل و انصاف کو پسِ پشت ڈال دے۔"

سلیمان کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں، مگر پھر سر جھکا لیتا ہے۔ بڑی دیر کے بعد سر اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے: کوئی اور حدیث بیان فرمائیے۔

طاؤس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب (حضرت علیؓ) نے مجھ سے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایک مجلس میں مجھے کھانے پر مدعو کیا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا لوگوں کا قریش پر حق ہے اور قریش کا بھی لوگوں پر حق ہے اور یہ حق اس وقت تک ہے جب تک یہ لوگ یعنی قریش رحم کے طلب گار پر رحم کریں، مسندِ حکومت پر فائز ہوں تو عدل و انصاف پر قائم رہیں، انہیں امانتیں سونپی جائیں تو ان کی حفاظت کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی ان پر لعنت ہو۔ اور اگر اس لعنت کے سزاوار ہو جائیں تو پھر اللہ ان سے کچھ بھی قبول نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

سلیمان کی گردن پھر جھک جاتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ پھر سر اٹھاتا اور کہتا ہے۔ کوئی حدیث اور ارشاد فرمائیے۔

طاؤس فرماتے ہیں: عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے کہا کلام الٰہی کی آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہ ہے:

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔

(اس دن سے ڈرو جب تمہیں اللہ کی جانب لوٹایا جائے گا اور پھر ہر نفس کو اپنی کمائی کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا)

سلیمان کا غفلت و پندارِ اقتدار میں سرشار دل لرز اٹھتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور وہ سر جھکا لیتا ہے۔

ہشام بن عبدالملک کے ساتھ ان کی ملاقات کا رنگ اس سے بھی حیران کن ہے۔ وہ اپنے عہدِ خلافت میں حج کرنے جاتا ہے۔ مکہ پہنچ کر حکام سے کہتا ہے: "جاؤ کسی ایسے بزرگ کو لے آؤ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل رہا ہو۔" وہ جواب دیتے ہیں۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ تو سب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔" ہشام کہتا ہے: "تابعین میں سے تو کوئی صاحب زندہ ہوں گے۔" حکام کہتے ہیں: "ہاں، طاؤس الیمانی موجود ہیں۔" چنانچہ وہ طاؤس کو لے آتے ہیں۔

طاؤس بڑی شانِ بے نیازی کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ بیش قیمت قالین کے بالکل کنارے جوتیاں اتار دیتے ہیں۔ آگے بڑھ کر ہشام کے پاس پہنچتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں: "السلام علیکم"۔ ہشام ہکا بکا ہو کر رہ جاتا ہے۔ طاؤس اسے مخاطب کرتے وقت نہ تو امیرالمومنین

Marfat.com

کہتے ہیں اور نہ ادب و احترام کا کوئی اور لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ابھی اس کی حیرت دُور نہیں ہو پائی کہ طاؤس ہشام کو کنیت سے مخاطب کرنے کے بجائے نام سے پکارتے ہوئے پوچھتے ہیں:

"ہشام کیا حال ہے؟"

ہشام مارے غصّے کے کھول اٹھتا ہے اور گرجتے ہوئے کہتا ہے: "طاؤس! یہ کیا گستاخی ہے؟"

"کیسی گستاخی؟" طاؤس اسی بے نیازی سے دریافت کرتے ہیں۔

ہشام کا پارہ اور چڑھ جاتا ہے۔ "تم نے جوتیاں قالین کے بالکل کنارے پر اتاریں، پھر سلام کیا تو امیر المومنین کہے بغیر، مزید یہ کہ کنیت کے بجائے میرے نام ہی سے مخاطب کر رہے ہو۔"

طاؤس ہشام کے چہرے کا اتار چڑھاؤ بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں، لیکن خود ان کے اپنے چہرے پر وہی بے نیازی کا نور چمک رہا ہے۔ ہشام غصّے کی آگ اگل چکا ہے، تو فرماتے ہیں: "میں نے جوتیاں کنارے پر اُتار دیں تو آپ کو غصّہ آ گیا۔ میں روزانہ دن میں پانچ وقت اپنے رب کے سامنے اپنی جوتیاں اتارتا ہوں، مگر وہ تو مجھ پر کبھی غضب ناک نہیں ہوا! رہا یہ کہ میں نے آپ کو امیر المومنین کہہ کر نہیں پکارا، تو اس کا سبب یہ ہے کہ سب لوگوں نے آپ کی خلافت تسلیم نہیں کی اس لیے میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ آپ کو مسلمانوں کا امیر کہہ کر جھوٹ بولوں۔ اب رہ گیا آپ کو مخاطب کرتے وقت کنیت کے بجائے نام استعمال کرنے کا معاملہ، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو ان کے نام ہی سے مخاطب کیا ہے۔ مثلاً اُس نے کہا: یاداؤد، یا یحییٰ، یا موسیٰ۔ دوسری طرف اُس نے اپنے دشمنوں کو کنیت سے خطاب کیا: مثلاً فرمایا: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ (ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

ہشام ہونٹ چبا کر رہ جاتا ہے۔

۵

طاؤس یمن کے باشندے ہیں اور حکمت گویا یمن کی لونڈی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اَلْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ (حکمت تو بس یمن کی ہے) چنانچہ طاؤس بھی حکیمانہ اقوال و افکار میں یکتائے روزگار ہیں۔ آئیے کچھ آبدار موتی ہم بھی ان کی محفل سے اپنے دامنِ دل میں بھر لیں۔

فرماتے ہیں:

"بولنے والا متقی خاموش متقی سے بہتر ہے۔"

مزید ارشاد ہوتا ہے:

"دنیا کی شیرینی آخرت کی تلخی ہے۔"

مزید:

"جو شخص یتیموں کا سرپرست، قاضی یا صاحبِ امر نہ ہوا اسے کیا معلوم آزمائش کتنی جانکاہ ہوتی ہے؟"

نیز:

"سب سے عمدہ عبادت وہ ہے جو دنیا بھر کی نگاہوں سے چھپ کر کی جائے۔"

اور "جب کوئی شادی بیاہ کرے تو معدنِ صالح (شریف گھرانے) میں کرے۔"

ان اقوال میں کتنی گہرائی ہے اور قائل کی حکمت آفرینی اور ژرف نگاہی کا پتہ دیتے ہیں۔ علم و تفقہ کا اندازہ حسب ذیل اقوال سے کیا جا سکتا ہے:

Marfat.com

شادی کے بغیر عبادت نامکمل ہے۔

ایک دن ابراہیم بن میسرہ سے کہتے ہیں۔

تمہیں شادی کرنی ہوگی ورنہ میں تم سے وہی کہوں گا جو عمر بن الخطابؓ نے ابوزوائد سے کہا تھا کہ تمہارے لیے نکاح سے مانع دو چیزوں کے سوا تیسری چیز نہیں ناتوانی یا پھر بدچلنی۔

طاؤس آخرت کی باز پرس اور جہنم کے عذاب سے ہر وقت لرزاں و گریاں رہتے ہیں۔ آگ دیکھتے ہیں، تو اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی سری بھوننے والے کو تنور سے سری نکالتے دیکھا تو غش آگیا۔

طاؤس اربابِ ثروت و دولت سے بے نیازی برتتے ہیں، مگر انہیں نصیحت کرنے کے فرض سے کبھی گریز نہیں کرتے۔ عمر بن عبدالعزیز مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہیں تو انہیں لکھتے ہیں: ”اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سب کام اچھے ہوں تو حکومت کے مناصب اچھے لوگوں کو سونپیے۔“ عمر بن عبدالعزیز اس جامع نصیحت کو سُن کر فرماتے ہیں: ”میری بھلائی کے لیے تنہا یہی نصیحت کافی ہے۔“

Marfat.com

٦

درویشِ خدامست

Marfat.com

وہ غلام زادہ تھے، مگر وقت کے پادشاہ خود چل کر
ان کے آستانے پر حاضر ہوتے۔

Marfat.com

سلیمان بن عبد الملک، حجِ بیت اللہ کے بعد مدینہ طیبہ آتا ہے۔ سلطنت کے بڑے بڑے عمائد و اعیان اُس کے ساتھ ہیں۔ پوچھتا ہے:

"یہاں کوئی ایسے صاحب ہیں جنہوں نے اصحابِ رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی صحبت سے فیض اُٹھایا ہو؟"

"جی ہاں، ایک مردِ صالح ابو حازمؒ[1] اس دورِ سعید کی نشانی باقی رہ گئے ہیں۔" مدینے کا گورنر عرض کرتا ہے۔

سلیمان ابو حازم کو بارگاہِ خلافت میں طلب کرتا ہے۔

"مجھے سلیمان سے کیا غرض؟" ابو حازم خلیفہ کے قاصد کو بے اعتنائی سے کہتے ہیں۔ وہ اپنا سا منہ لے کر واپس آ جاتا ہے۔ سلیمان اُسے دوبارہ بھیجتا ہے۔

"امیر المومنین آپ سے استفادہ چاہتے ہیں۔"

"استفادہ؟" ابو حازم اسی بے نیازی سے پوچھتے ہیں: "اُن سے کہو، فقیر کے پاس کیا رکھا ہے؟"

"ہم خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔" سلیمان قاصد کا جواب سُن کر کہتا ہے۔

---

[1] وفات ۱۴۰ھ

Marfat.com

(۲)

سلیمان ابو حازم کی خدمت میں حاضر ہے۔ مشہور محدث امام زہریؒ اور ایک مصاحب اس کے ساتھ ہیں۔ دونوں میں گفتگو ہو رہی ہے۔ امام زہریؒ اور مصاحب خاموش بیٹھے سن رہے ہیں۔

سلیمان: "اے ابو حازم! ہم پر یہ ظلم ناروا کس لیے ہے؟"

ابو حازم: "بخدا، اب سے پہلے نہ میں آپ کو جانتا تھا اور نہ آپ مجھے۔ پھر کیسے کہتے ہیں کہ میں نے ظلم کیا ہے!"

سلیمان: امام زہری کی طرف دیکھ کر کہتا ہے: "شیخ بجا فرماتے ہیں، غلطی میری ہی تھی۔" پھر پوچھتا ہے: "اے ابو حازم! یہ تو بتائیے ہم لوگ موت سے کیوں ڈرتے ہیں؟"

ابو حازم: "تم لوگوں نے دنیا آباد کر لی ہے اور آخرت برباد۔ اب آبادی سے ویرانے کی طرف جاتے ہوئے خوف کھاتے ہو۔"

سلیمان: "آپ نے سچ فرمایا۔ اے ابو حازم! اللہ تعالیٰ کے ہاں کل (قیامت کے روز) ہمارے لیے کیا رکھا ہے؟"

ابو حازم: "اپنا عمل کتاب اللہ کی کسوٹی پر پرکھ لو۔"

سلیمان: "اللہ کی کتاب میں رہنمائی کہاں سے ملے گی؟"

ابو حازم: "اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں:

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ"

Marfat.com

(نیکوکار لوگ جنت میں ہوں گے اور بدکار و فاجر جہنم میں ۔ جہاں وہ فیصلے کے دن پہنچیں گے اور اس سے بچ کر جانے نہ پائیں گے ۔)

سلیمان : "اور اللہ کی رحمت کہاں ملے گی ؟"

ابو حازم : "نیکوکار اور مرتبۂ احسان پر فائز لوگوں کی قربت میں ۔"

سلیمان کا رنگ بدلتا جاتا ہے ۔ خشونت اور شاہانہ جلال کی جگہ نرمی اور عاجزی و فروتنی جھلکنے لگتی ہے ۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے ہیں ۔ ایک ہوک سی دل میں اُٹھتی ہے اور وہ پکار اٹھتا ہے : "ہائے افسوس !" لیکن پھر سنبھل کر کہتا ہے :

"ہم اللہ کے حضور قیامت کے روز کس طرح پیش ہوں گے ؟"

ابو حازم : "نیکوکار اور محسن لوگ اس طرح حاضر ہوں گے جیسے کوئی شخص کئی دن غیر حاضر رہنے کے بعد خوش خوش اپنے اہل و عیال میں آتا ہے اور بدکار لوگ مفرور غلاموں کی طرح اپنے رب کے حضور کشاں کشاں لائے جائیں گے ۔"

سلیمان بے قابو ہو جاتا ہے اور دھاڑیں مار مار کر روتا ہے ۔ دل کا غبار دھل جاتا ہے تو پوچھتا ہے :

"اے ابو حازم ! ہم نیکوکاری اور راست بازی کیونکر اختیار کریں ؟"

ابو حازم : "لاف زنی چھوڑ دو اور عدل و انصاف اور مروّت کو اپنا لو ۔"

سلیمان : "وہ کیسے ؟"

ابو حازم : "حق کے ساتھ لو اور حق کے ساتھ حقدار کو دو ۔"

سلیمان : "بہترین حق کیا ہے ؟"

ابو حازم : "کسی ایسے شخص کے سامنے سچی بات کا اظہار جس سے لوگ امید اور خوف کی نگاہ

Marfat.com

سے دیکھتے ہوں۔"

سلیمان: "افضل ترین صدقہ کون سا ہے؟"

ابوحازم: "وہ ذراسی شے جو انسان کسی تنگ دست اور حاجت مند کو دے، لیکن اس پر نہ تو احسان کا ڈھنڈورا رکھے اور نہ اُسے دُکھ پہنچائے۔"

سلیمان: "کون سی دُعا بارگاہِ الٰہی میں جلد قبول ہوتی ہے؟"

ابوحازم: "محسن کی دعا، محسنین کے لیے۔"

سلیمان: "اے ابوحازم! سب سے زیادہ خردمند کون ہے؟"

ابوحازم: "وہ شخص جو اللہ کی اطاعت پر قادر ہے، خود بھی حقِ اطاعت ادا کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس راہ پر لے جاتا ہے۔"

سلیمان: "اور احمق ترین انسان کون ہے؟"

ابوحازم: "وہ شخص جو کسی ظالم کا ساتھ دیتا ہے اور اُس کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت برباد کر لیتا ہے۔"

سلیمان: "ہماری حکومت کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟"

ابوحازم: "میں معذرت چاہتا ہوں۔"

سلیمان: "نہیں، کچھ تو فرمائیے، مجھے آپ کی نصیحت درکار ہے۔"

ابوحازم: "لوگ مسلمانوں کے مشورے اور اُمت کی مرضی کے بغیر حکومت واقتدار پر مسلط ہو گئے ہیں، چنانچہ وہ دنیوی اغراض کی خاطر لوگوں کا خون بہاتے اور من مانی کرتے ہیں۔"

سلیمان کا مصاحب جو ابوحازم کی باتوں سے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا ہے، بے ساختہ پکار اُٹھتا ہے:

Marfat.com

"شیخ! تم نے بڑی ہی بُری بات کہی ہے۔"

ابو حازم: "اے بڑے مصاحب، بخدا تو جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو واشگاف بیان کریں گے اور اُسے نہیں چھپائیں گے۔"

سلیمان: "کیا آپ ہماری رفاقت پسند کریں گے؟ ہم آپ سے فیض یاب ہوں گے اور آپ ہم سے۔"

ابو حازم: "ہرگز نہیں۔"

سلیمان: "کیوں؟"

ابو حازم: "اللہ کا دامن چھوڑ کر آپ پر بھروسا کروں، تو ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوہرا عذاب دے گا اور اُس کی گرفت سے مجھے کوئی نہ بچا سکے گا۔"

سلیمان: "کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیے۔"

ابو حازم: "میں نے اپنی حاجتیں اپنے رب کے حوالے کر دی ہیں جو آپ سے کہیں بڑھ کر حاجت مندوں کی احتیاج پوری کرتا ہے۔ وہ مجھے جو کچھ دیتا ہے وہ میرے لیے کافی ہو رہتا ہے اور جو شے نہیں دیتا اُس پر میں راضی برضا رہتا ہوں۔ میرے رب کا ارشاد ہے: نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ (ہم نے اُن کے درمیان دنیوی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کر دی ہے) پھر کون ہے جو میرے حصے کی روزی میں کمی بیشی کر سکے۔"

سلیمان رو پڑتا ہے اور اتنا روتا ہے کہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ پھر کہتا ہے:

"اے ابو حازم! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔"

ابو حازم: "ہاں میں تمہیں وصیت کروں گا۔ مختصر سی وصیت۔ یہ اقتدار جو تمہارے پاس ہے،

Marfat.com

تمہیں اپنے مرنے والے پیشرو سے ملا ہے اور تمہارے ہاتھ سے اسی طرح نکل جانے والا ہے جس طرح تمہارے پیشرو کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔"

سلیمان: "ابوحازم، کچھ اور وصیت فرمائیے۔"

ابوحازم: "جن مقامات سے اللہ نے آپ کو روکا ہے وہاں وہ آپ کو نہ دیکھے اور جن مقامات پر حاضر ہونے کا حکم دیا ہے وہاں سے وہ آپ کو غائب نہ پائے۔"

سلیمان اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک تھیلی نکالتا ہے اور انہیں دیتے ہوئے کہتا ہے:

"یہ سو دینار ہیں انہیں قبول فرمائیے۔ آئندہ بھی خدمت کرتا رہوں گا۔"

ابوحازم تھیلی جھٹک دیتے ہیں جیسے کوئی انگارہ ان کے ہاتھ سے چھو گیا ہو۔ پھر کہتے ہیں:

"جس چیز کو میں آپ کے لیے ناپسند کرتا ہوں اسے اپنے لیے کیونکر پسند کروں گا۔ پناہ بخدا، کیا آپ محض دل بہلانے کے لیے یہ سب کچھ پوچھتے رہے تھے؟ اور کیا میں نے بخشش کی امید میں ان کا جواب دیا تھا؟ اگر یہ سو دینار ان باتوں کا معاوضہ ہیں جو میں نے آپ سے کہیں تو حالتِ اضطرار میں مردار، خون اور سور کا گوشت ان سے کہیں زیادہ حلال ہیں اور اگر یہ مسلمانوں کے مال میں سے مجھے حاجت مند سمجھ کر دے رہے ہیں تو مجھے ان کی کوئی احتیاج نہیں۔"

(۳)

یہ فقیر کج کلاہ جو خلیفۂ وقت کی دعوت کو خاطر میں نہیں لائے اور اس کے حضور میں حاضر باشی سے صاف انکار کر دیا، مدینۂ طیبہ کی ان عظیم و بزرگ صاحبِ نظر ہستیوں میں سے ہیں جن کی صحبت

Marfat.com

سے فیض یاب ہونے کے لیے ان کے ہم عصر لوگ سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے دُور دُور سے چل کر آتے تھے۔ ابو حازم تو ان کی کنیت ہے، نام سلمہ ہے، باپ کا نام دینار تھا۔ پاؤں میں لنگ ہے اس لیے الاعرج کہلاتے ہیں۔ نسلاً عجمی ہیں، غلام گھرانے میں آنکھیں کھولیں، لیکن اپنے ذوق و شوق کی طفیل علم کی ان بلندیوں پر پہنچے کہ سرآمدِ روزگار بن گئے۔ سہل بن سعد، انس بن مالک اور عبداللہ ابن عمر ایسے جلیل القدر اصحابِ رسول اور سعید بن المسیّب اور عطاء بن ابی رباح ایسے عظیم تابعین سے احادیثِ رسول روایت کرتے ہیں۔ شاگردوں میں امام زہری، امام مالک، ابن عجلان حمّاد، سفیان ثوری، ابن ابی ذئب اور سفیان بن عیینہ ایسے لوگ شامل ہیں جن میں سے ہر ایک رہتی دنیا تک اپنے علم و تفقہ، زہد و ورع، خدا ترسی، حق گوئی اور دنیا سے بے نیازی کے نقوشِ جمیل چھوڑ جانے والا ہے۔

ابو حازم کی زندگی ان ساری صفات اور خوبیوں سے مزین ہے جو دینِ حق کے علمبرداروں کا ہمیشہ طرۂ امتیاز رہی ہیں۔ مومنِ قانت، زاہد و عابد، حق گو، حق پسند، منکر کی مذمت میں لومۃ لائم سے بے نیاز، حق کی راہ پر چلنے والوں کے لیے نمونۂ عمل، شب و روز آخرت کی فکر میں غرق رہتے ہیں۔ ان کی جلوتوں سے ایک دنیا آکر فیض یاب ہوتی ہے، خلیفۂ وقت تک حاضری دیتا ہے۔ خلوتیں احتساب نفس میں کٹتی ہیں۔ راتوں کی تنہائی میں اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: اے لنگڑے! قیامت کے روز منادی ہوگی اے وہ لوگو جنہوں نے فلاں فلاں گناہ کیے ہیں اور تو ان لوگوں میں کھڑا نظر آئے گا۔ پھر پکارنے والا کہے گا اے فلاں فلاں گناہوں میں ملوّث لوگو! اے خطا کارو! تو اس گروہ میں بھی کھڑا دکھائی دے گا...... پھر اے لنگڑے! کیا تو یہی چاہتا ہے کہ جب بھی کسی خطا کار گروہ کو پکارا جائے تو اُس میں کھڑا نظر آئے؟ افسوس ہے تجھ پر، حیف ہے تجھ پر، حیف صد حیف!! کبھی اپنے آپ سے کہتے ہیں: "جان لے، جب تو مرے گا، تو تیرے

Marfat.com

سوگ میں کاروبار بند نہیں ہو جائے گا، آخر تیری اہمیت کیا ہے؟ تو ایک حقیر سا انسان ہے اپنے آپ کو پہچان"۔ زہد کا یہ عالم کہ لذاتِ دنیا کو آخرت پر اٹھا رکھتے ہیں۔ بازار میں پھلوں کی دکان کے پاس سے گذر ہوتا اور کوئی پھل کھانے کو جی چاہتا ہے تو کہتے ہیں: ان دنیا کے پھلوں میں کیا رکھا ہے؟ اصل پھل تو جنت کے ہیں، جن کا اللہ نے اہلِ ایمان سے وعدہ کیا ہے۔

بڑے ہی ذکی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں معانی کی ایک دنیا سمیٹ دیتے ہیں۔ ایک بار مدینہ کا گورنر ان سے عرض کرتا ہے: "کچھ ارشاد فرمائیے تاکہ ہم فیض یاب ہوں"۔ فرماتے ہیں: "تمہارے دروازے پر جو لوگ جمع ہیں اُن پر نظر ڈالو، اگر بھلے اور نیک لوگ تمہارے قریب ہیں تو سمجھ لو بُرے اور بدقماش آدمی خود بخود چھٹ جائیں گے اور اگر تمہارا تقرب اہلِ شر کو حاصل ہے تو اہلِ خیر سے ہاتھ دھو بیٹھو گے"۔

غور کیجیے کتنی گہری اور انسانی نفسیات کے مطابق بات کہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہلِ خیر اور اہلِ شر ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، ان میں سے جس گروہ کو بھی ترجیح دو گے دوسرا گروہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا۔ اگر تم اہلِ شر کو پسند کرتے ہو، وہی تمہارے مقرب ہیں، تو بظاہر جو اہلِ خیر تمہارے دروازے پر کھڑے نظر آتے ہیں اور جنہیں دیکھ کر دنیا تمہارے اہلِ خیر ہونے کا دھوکا کھا جاتی ہے، اگر یہ واقعی اہلِ خیر ہیں، تو تمہیں ایک نہ ایک روز چھوڑ کر چلے جائیں گے، بصورتِ دیگر یہ اسی کانِ نمک کا حصہ ہیں جو تمہارے پاس موجود ہے۔ ان کی ظاہری وضع قطع اور جبہ و دستار کے پیچھے شریر انسان چھپے ہوئے ہیں۔ اگر ان میں فی الواقع کوئی بھلائی ہوتی، تو اہلِ شر کے دوش بدوش کھڑے ہونا کیوں گوارا کرتے؟

ایک بار یعقوب بن عبدالرحمٰن کو تلقین کرتے ہیں: "دو باتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان پر عمل کرو، تو دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں تمہیں مل جائیں"۔

Marfat.com

یعقوب پوچھتے ہیں: "وہ دو باتیں کون سی ہیں؟"

"اُس چیز کو پسند کرو، جو تمہیں تو پسند نہیں، لیکن اللہ کو پسند ہے اور اُس چیز کو بُرا سمجھو، جو تمہیں اچھی لگتی ہے، مگر جو اللہ کے نزدیک بُری ہے۔" ابو حازم جواب دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ سفیان بن عیینہ سے فرماتے ہیں: "مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے رب سے کوئی چیز طلب کر کے اس اجیر کی صف میں جا کھڑا ہوں جو کام ختم کرتے ہی اُجرت کا سختی سے تقاضا کرنے لگتا ہے۔ میں تو جو کچھ کرتا ہوں محض اس کی تعظیم و اجلال کی خاطر کرتا ہوں۔

۴

ان کی مجلس حکمت و دانش کی مجلس ہوتی ہے۔ آئیے اس مجلس سے ہم بھی چند لمحے فیض یاب ہو لیں۔ فرماتے ہیں:

"ہر اُس عمل کو ترک کر دو جس کی بنا پر موت سے خوف آتا ہو، پھر جب مر دگے، تو موت تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے گی۔"

"جو شخص تعلق باللہ کو درست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے اور دوسرے بندگانِ خدا کے باہمی تعلقات کو بہتر بنا دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو بگاڑ دیتا ہے، اللہ اُس کے تعلقات دوسرے انسانوں کے ساتھ بگاڑ دیتا ہے۔"

"ایک شخص کے ساتھ رکھ رکھاؤ رکھنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام اشخاص کے ساتھ نباہ کی کوشش کی جائے۔"

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ باتیں تو بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں، مگر عمل کے قریب نہیں پھٹکتے۔"

"دنیا کی جو شے جاتی رہے وہ خواب و خیال ہے اور جو باقی رہ جائے وہ آرزو ہے۔"

Marfat.com

"بہترین خصلت جس کی تمنا ایک صاحب ایمان کو کرنی چاہیئے، یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اپنے نفس سے ڈرے اور ہر مسلمان کے لیے امید گاہ بن جائے"۔

مسلمان معاشرے کی ہدایت وضلالت کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"بنی اسرائیل اس وقت تک ہدایت اور خدا ترسی کی راہ پر گامزن رہے جب تک ان کے امراء اور حکمران رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اپنے علما کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، لیکن جب وہ غلط راہوں پر چل کھڑے ہوئے، اللہ کی نظر سے گر گئے اور جادو، ٹونے اور طاغوت پہ ایمان لے آئے، تو ان کے علماء امرا کے پاس جانے اور ان کی دنیا میں حصہ بٹانے لگے"۔

Marfat.com

۷

مملکتِ علم کا غلام تاجدار

Marfat.com

وکم قد رأینا من رجال ودولة

فبادوا جمیعا مسرعین وزالوا

وکم من جبالٍ قد علت شرفاتها

رجالٌ فزالوا والجبالُ جبال

ہم نے کتنے ہی لوگوں اور حکومتوں کو دیکھا ہے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے ہلاکت اور زوال سے ہمکنار ہو گئے، لیکن کتنے ہی پہاڑ تھے جن کی چوٹیاں سربلند تھیں۔ لوگ تو مٹ گئے، مگر پہاڑ اب بھی موجود ہیں۔

(ابن الخطیب)

Marfat.com

ابوعبداللہ مکحولؒ دمشقی اپنے حلقہ درس میں تشریف فرما ہیں۔ انہیں اصحابِ علم اپنے دور کے عالمِ اسلام کے چار بڑے بڑے علماء میں شمار کرتے ہیں۔ مدینے میں سعید بن المسیب، کوفے میں عامر الشعبی، بصرہ میں حسن بن ابی الحسن اور چوتھے یہی مکحول ہیں۔ اہلِ شام کا مرجع و مرکزِ علم یہی ہیں۔ مکحول نے اسلام کے سائے میں اپنی زندگی کا آغاز غلام کی حیثیت میں کیا۔ جی ہاں، غلامی جس کے ذکر پر آپ کے روشن و ترقی یافتہ دور کے لوگ ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔ مکحول بھی غلام ہیں، لیکن اسلام میں غلامی کا جو تصور ہے، غلامی کے لفظ پر ناک بھوں چڑھانے والوں کا ذہن اس تک رسائی نہیں پا سکتا۔ اس غلامی پر وہ آزادیاں نثار جن کی آجکل کی ترقی یافتہ قومیں اور ان کی حکومتیں مدّعی ہیں۔ غلام بن کر اسلام کے سائے میں نہ آتے، تو شاید آج کابل کے سہراب نامی ایک مجہول شخص کے اس بیٹے کا نام بھی کوئی نہ جانتا۔ یہ اسلام کی غلامی کا فیضِ کرم ہے کہ وہ غلامی کی پستی سے اٹھ کر فضل و کمال کی اس بلندی پر پہنچے ہیں۔ ان کا ذکر اپنے وقت کے اکابر علماء کی زبانوں پر ہے۔ علم کے شائق دُور دراز سے آتے ہیں اور ان کے حلقہ درس و تدریس میں شریک ہوتے ہیں۔ ذرا نظر دوڑائیے، ان کے حلقہ تلامذہ میں کیسے کیسے اصحاب شامل ہیں۔

لہ وفات ۱۱۸ھ

Marfat.com

یہ زہری ہیں جنہیں مستقبل حدیث کے بہت بڑے امام کی صورت میں جلوہ گر دیکھنے والا ہے اور بڑے بڑے علماء اور فضلاء جن کے علم و فضل پر گواہی دیں گے۔

یہ اوزاعی ہیں جن کی فقہ کا سکّہ ایک زمانے تک مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد کے دل پر رواں ہونے کو ہے۔

یہ محمد بن اسحاق ہیں جن کے متعلق سفیان بن عیینہ کا یہ قول تاریخ میں ثبت ہونے والا ہے کہ جب تک یہ لڑکا زندہ رہے گا مدینہ میں علم باقی رہے گا۔

یہ محمدؒ بن عجلان ہیں جن کے متعلق آنے والی نسلیں عبداللہ ابنِ مبارک کا یہ قول سنیں گی:

"محمدؒ بن عجلان اربابِ علم میں یاقوت کی حیثیت رکھتے ہیں"

اور انہی چند ایک پر کیا موقوف ہے۔ یہ جو دوسرے لوگ مکحول کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کئے بیٹھے ہیں، حمید الطویل، موسیٰ ابن لیسار، سعید بن عبدالعزیز، ایوب بن موسیٰ، یحییٰ بن سعید انصاری، اسامہ بن زید لیثی، ثابت بن ثوبان، حجاج بن ارطاۃ، عبدالرحمٰن بن یزید، عکرمہ بن عمارؒ، ان میں سے ہر شخص ایک دوسرے سے بڑھ کر علم و عمل کا پیکرِ جمیل بننے والا ہے۔

اس کمالِ علم و فضل اور مرتبۂ بلند کے باوجود مکحول میں علم و عظمت کا ذرا بھی پندار نہیں فروتنی، عجز و انکسار اور احتیاط کا یہ عالم ہے کہ کوئی آکر فتویٰ پوچھتا ہے، تو اکثر یہی جواب دیتے ہیں کہ "لا ادری" بھائی مجھے خبر نہیں ہے کسی جاننے والے سے پوچھو۔ کبھی کوئی فتویٰ دیتے بھی ہیں، تو کہہ دیتے ہیں بھائی یہ میری رائے ہے جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔

آیئے ذرا آج تھوڑی دیر ہم بھی ان کی حکمت بھری باتوں سے اپنا دامنِ تہی بھر لیں۔ فرماتے ہیں۔

جس نے کسی مردِ صالح سے محبت کی گویا اس نے اپنی اس محبت کا ثبوت دیا جو اسے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے ہے" اور "جو کوئی تحصیلِ علم کی خاطر گھر سے نکلتا ہے وہ اس وقت تک جنت کے راستے پر گامزن رہتا ہے جب تک لوٹ کر نہیں آتا۔"

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"قرآن پڑھا کرو اور جن باتوں سے اس نے روکا ہے' ان سے باز رہو۔ اگر تم قرآن پڑھنے کے باوجود اس کی نواہی سے دامن کش نہیں رہتے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ فی الحقیقت تم قرآن پڑھتے ہی نہیں۔"

اور ــــــــ

"جس کا نفس پاک ہو گیا اس کی عقل و خرد میں اضافہ ہو گیا اور جس نے اپنے کپڑے پاک صاف رکھے' اس کے غم و فکر کم ہو گئے۔"

مزید:۔

"کسی سفیہ سے عہد و پیمان باندھو نہ منافق سے۔ جب وہ اللہ کا عہد و پیمان توڑ ڈالنے سے نہیں چوکتے تو تمہارے عہد و پیمان کو کب خاطر میں لائیں گے؟"

مزید:۔

چار باتیں ایسی ہیں کہ انسان میں ہوں تو اس کی نجات کا باعث ہوتی ہیں اور تین باتیں ایسی ہیں کہ انسان میں پائی جائیں، تو اس کے لیے عذاب کا سبب بنتی ہیں۔

باعثِ نجات چار باتیں یہ ہیں:

شکر، ایمان، دعا اور استغفار۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ۔

Marfat.com

(اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ، تو اللہ تمہیں عذاب نہیں دے گا۔)

نیز فرمایا :۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔

(لوگ اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرتے ہوں، تو اللہ انہیں عذاب نہیں دیتا۔)

نیز فرمایا :۔

مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ۔

(اگر تمہاری التجا نہ ہوتی، تو میرا رب تمہاری پروانہ کرتا۔)

اور موجبِ عذاب تین باتیں حسب ذیل ہیں:

مکر، بغی اور عہد شکنی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ۔

(برا مکر اپنے کرنے والے پر ہی الٹ پڑتا ہے۔)

مزید ارشاد ہے :

اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ۔

(اپنی سرکشی اور بغاوت کا خمیازہ تمہیں خود بھگتنا پڑے گا۔)

مزید ارشاد ہوتا ہے :

وَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ۔

(جس نے عہد شکنی کی اس کا وبال اسی کی گردن پر ہوگا۔)

کیا ہی بصیرت افروز اور حکمت و دانائی سے لبریز کلمات ہیں اور کیوں نہ انھیں

Marfat.com

لوحِ دل پر نقش کر لیا جائے۔

مکحول دوسرے اکابر ائمہ اور صالحین کی طرح علم و عمل کا مجمع البحرین ہیں۔ جن احادیثِ رسولؐ کی روایت کرتے ہیں، ان پر خود عمل کرتے ہیں۔ بیت المال سے جو وظیفہ ملتا ہے، اسے جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کر دیتے ہیں۔ مجاہدین کے لیے ساز و سامان فراہم کرتے اور ان کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

ان کی انگشتری پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجیے، دیکھیے کیا عبارت کندہ ہے:

رَبِّ اَعِذْ مَكْحُوْلًا مِنَ النَّارِ۔

پروردگار مکحول کو دوزخ سے دُور رکھ۔

یہ عبارت کس فہم و نظر کو آشکار کرتی ہے؟ یہ بتاتی ہے کہ اس کا کندہ کرانے والا آخرت کی باز پُرس اور عذاب سے لرزاں و ترساں ہے۔ اس دنیائے فانی میں اس کی کوئی تمنّا ہے، تو یہ کہ وہ دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے۔ اللہ نے اسے جو علم و فضل اور مقامِ بلند عطا کیا ہے، اس نے اسے اس دنیا میں بے خوف اور مطمئن نہیں کر دیا بلکہ اس کا دل آنے والے دن کے تصور سے مضطرب رہتا ہے اور خواہاں ہے کہ جب سارے بندے اللہ کے دربار میں حاضر ہوں، اُسے امن اور بے خوفی میسّر آئے۔

۲

اب اس مجلس سے رخصت ہونا چاہیئے، مگر ٹھہریئے یہ کیا قصّہ ہے؟ یہ کون اپنے ساتھیوں سمیت آ رہا ہے؟ چہرے بُشرے، لباسِ فاخرہ اور اپنے ساتھیوں کے اندازِ اکرام و اجلال سے کوئی بہت بڑا سردار معلوم ہوتا ہے، شاید کوئی شہزادہ ہے یا پھر خود امیر المؤمنین؟ حاضرینِ مجلس کی نظر اس پر پڑتی ہے۔ کوئی ہولے سے کہتا ہے: یزید بن عبد الملک بن مروان

Marfat.com

آ رہے ہیں۔

یزید بن عبدالملک شاہی خاندان کا باثر فرد ہے اور کچھ عجب نہیں کل خلافت کا قرعۂ فال اسی کے نام پڑ جائے۔ اہلِ مجلس اسے اور اس کے ساتھیوں کو جگہ دینے کے لیے ذرا کھل کر بیٹھنے لگتے ہیں۔ مکحول دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں: "اپنی جگہ سے مت ہلو۔ اسے جہاں جگہ ملے گی بیٹھ جائے گا۔ علم کی مجلس میں اسے تواضع اختیار کرنی چاہیئے۔"

یہ ہے جلالتِ علم۔ آپ انگشت بدنداں کھڑے اس منظر کو دیکھ رہے ہیں؟ شاید آپ کو اپنے دَور کا خیال آ رہا ہے جس نے علم کے لیے چوڑے فلسفے تراش رکھے ہیں، مگر علم کی رسوائی کا یہ عالم کہ طالبانِ علم تو ایک طرف بڑی بڑی اسناد اور علمی عظمتوں کے حامل معلّمین اربابِ اقتدار کے آستانوں پر سجدہ ریز نظر آتے ہیں اور اس حسرت میں مرے جاتے ہیں کہ وہ ان کی درس گاہوں اور مجالس علمی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف یاب کریں۔ اگر وہ ان کی جانب نگاہِ التفات نہیں کرتے، تو خود تقریب پیدا کر کے انہیں تشریف آوری کی دعوت دیتے ہیں، ان کے راستے میں دل و نگاہ بچھاتے ہیں، ان کی خود ساختہ عظمت کے قصیدے گاتے ہیں، ان کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور پھر اس شرف سے محروم معاصرین پر اس انداز سے نظر ڈالتے ہیں گویا وہ خاکِ مذلت پر لوٹ رہے ہیں اور اِن کا طرۂ عظمت آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ مگر آپ اپنے دور پر قیاس نہ کیجئے، آپ کا دور روشن خیالی اور ترقّی کا دور ہے اور جس مجلسِ علم کا آپ نظارہ کر رہے ہیں، وہ اس تہمت سے قطعاً پاک اور منزّہ ہے۔

Marfat.com

۸

حدیث و سنّت کا امین

Marfat.com

عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک مرتبہ اپنے ہم نشینوں سے دریافت کیا: "تم ابنِ شہاب کے پاس جایا کرتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "جی ہاں" فرمایا: "ہاں ان کے پاس ضرور جایا کرو کیونکہ اب حدیث و سنّت کا ان سے بڑھ کر جاننے والا کوئی نہیں رہا۔"

Marfat.com

امام زہری[1] اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دربار سے وابستہ ہیں۔ ولید ان کا بے حد معتقد ہے۔ دینی معاملات میں انہی پہ اعتماد کرتا ہے۔ دین فروش علماء کا ایک طبقہ ہر زمانے میں موجود رہا ہے جو ارباب اقتدار کی خواہشات و اغراض اور گمراہیوں کے لیے شریعت سے جواز فراہم کرتا ہے اور ان کی خوشامد اور کاسہ لیسی میں کتاب و سنّت کے احکام تک بدل ڈالتا ہے۔ اس طبقے کے علماء شام میں بھی موجود ہیں اور خلفاء کی خوشنودی کے لیے آئے دن کوئی نہ کوئی فتنہ انگیز شوشے چھوڑتے رہتے ہیں۔ اِن دنوں بھی انہوں نے ایک شوشہ چھوڑ رکھا ہے۔ امام زہری، ولید سے ملاقات کے لیے جاتے ہیں، تو کہتا ہے :

"شیخ، آپ نے وہ حدیث سنی جو اہلِ شام ہم سے بیان کر رہے ہیں؟"

"کون سی حدیث امیرالمومنین؟" امام زہری دریافت کرتے ہیں۔

"وہ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو حکمرانی بخشتا ہے، تو اُس کے نامۂ اعمال میں صرف نیکیاں قلمبند کی جاتی ہیں، برائیاں نہیں لکھی جاتیں۔"

امام زہری کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔ ان کے چہرے سے انقباض کی کیفیت صاف

---

[1] نام محمد بن مسلم ہے۔ اپنے پردادا کے نام سے ابنِ شہاب مشہور ہوئے۔ قبیلہ قریش کی شاخ بنو زہرہ سے تعلّق رکھتے ہیں۔ ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

عیاں ہے۔ کچھ دیر تک خاموش رہتے ہیں، جیسے اپنے جذبات پر قابو پا رہے ہوں ـــــ پھر فرماتے ہیں:

" امیرالمومنین، جن لوگوں نے بھی یہ بات کہی انہوں نے اللہ کے رسولؐ پر افترا باندھا ہے۔ ایسی کوئی حدیثِ رسولؐ نہیں ہے"۔ امام کی آواز میں عالمانہ تمکنت اور وقار ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو جاتے ہیں پھر کہتے ہیں:

" امیرالمومنین، یہ تو فرمائیے اللہ کے ہاں وہ خلیفہ زیادہ محترم ہے جو نبی ہے یا وہ خلیفہ جو نبی نہیں"۔

" وہ خلیفہ جو نبی ہے یقیناً اللہ کے نزدیک زیادہ لائقِ احترام ہے"۔ ولید جواب دیتا ہے۔

" تو پھر سنیے، اللہ تعالیٰ سورۃ صٓ میں اپنے نبی داؤد علیہ السلام کو خطاب کر کے کہتے ہیں:

یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ہ

(اے داؤد ہم نے تمہیں زمین پر اس لیے خلیفہ بنایا ہے کہ لوگوں میں حق و عدل کے ساتھ حکومت کرو اور اس معاملے میں اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے دُور ہو جاؤ گے۔ جو لوگ خدا کا راستہ چھوڑ کر بے راہروی اختیار کرتے ہیں وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے، کیونکہ انہوں نے محاسبے کے دن کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے۔)

امیرالمومنین، اللہ کا یہ عتاب اس خلیفہ کے لیے ہے جو اُس کا نبی بھی تھا۔ جو خلیفہ منصبِ نبوّت پر سرفراز نہیں اُس کے بارے میں آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں"۔

Marfat.com

امام زہری خاموش ہو جاتے ہیں۔ ولید جو ان کی باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا، کہتا ہے:

"یہ خوشامدی لوگ ہمیں دین سے بیگانہ کر دینا چاہتے ہیں"۔

ایک مرتبہ تو حد ہی ہو گئی یہ۔ یہ ہشام بن عبد الملک کے عہد کا قصہ ہے۔ ایک روز خلیفہ اُن سے پُوچھتا ہے:

"حضرت عائشہؓ پر بہتان کے سلسلے میں قرآن کی آیت وَالَّذِی تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ کس شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی؟"

"عبد اللہ ابن ابی کے بارے میں" امام زہری جواب دیتے ہیں۔

"تم جھوٹ کہتے ہو" ہشام تنک کر کہتا ہے ـــ "اس بہتان بازی میں علیؓ نے سب سے زیادہ حصّہ لیا تھا"

امام زہری غصّے سے تلملا اُٹھتے ہیں اور طیش بھری آواز میں خلیفہ سے کہتے ہیں:

"تیرا باپ مرے، مَیں جھوٹ کہتا ہوں؟ خدا کی قسم! اگر آسمان سے بھی کوئی پکار کر کہے کہ اللہ نے جھوٹ بولنا حلال کر دیا ہے، تب بھی میں جھوٹ نہیں بولوں گا"

اس اندازِ خطابت سے پوری مجلس پر سناٹا چھا جاتا ہے۔ چہروں پر فکر و اضطراب کی پرچھائیاں نمودار ہوتی ہیں۔ ہشام کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا ہے اور ایک جا رہا ہے، لیکن امام زہری کی دبنگ آواز گونجتی چلی جاتی ہے:

"سعید بن مسیّب، عبید اللہ اور علقمہ سب نے مجھ سے کہا کہ خود حضرت عائشہؓ نے قرآنِ کریم کی اس آیت کا مصداق عبد اللہ بن ابی کو قرار دیا ہے"۔

امام زہری اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور غصّے کے عالم میں خلیفہ کی مجلس سے چلے آتے

Marfat.com

ہیں۔ مجلس پر دیر تک خاموشی چھائی رہتی ہے۔ غیرتِ حق اپنا اثر کر جاتی ہے۔ ہشام کے جذبات رفتہ رفتہ ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ ہولے سے کہتا ہے:

"ہم نے شیخ کو ناراض کر دیا" اُس کی آواز میں نرمی بھی ہے اور تاسف بھی۔

۲

یہ وہ امام زہری ہیں جن پر مستشرقین اور ان کے زلّہ ربا مسلمان منکرینِ سنّت اتہام باندھتے ہیں کہ انہوں نے خلفائے بنو امیّہ کی خوشنودی اور ان کی مصلحتوں کی آبیاری کے لیے حدیثیں وضع کیں اور انہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف منسوب کر دیا...... کیا ایسی حرکت وہ شخص کر سکتا ہے جو خلفاء کے منہ پر انہیں کھری کھری سناتا ہے اور اہلِ شام کی وضع کردہ اس حدیث کی تردید کرتا ہے جس میں خلیفہ کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کی گردن پر ان کی مرضی کے بغیر مسلّط ہونے کے بعد جو طرزِ عمل بھی اختیار کرے، اللہ کے ہاں اس کی باز پُرس نہ ہوگی، جس میں خلیفہ کو عیسائی بادشاہوں کی طرح خدائی حقوق (DIVINE RIGHTS) سے نوازا گیا ہے؟ یہی نہیں ہشام جب آیۂ افک کا مصداق حضرت علیؓ کو بنانا چاہتا ہے، تو زہری اس کی بے دھڑک تردید کرتے ہیں حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ خلفائے بنو امیّہ، حضرت علیؓ کے بارے میں کتنے اُدھار کھائے بیٹھے ہیں، وہ اس بات سے بھی واقف ہیں کہ ان لوگوں نے وفاداری اور بے وفائی کا پیمانہ ہی یہ بنا رکھا ہے کہ کوئی شخص حضرت علیؓ کے متعلق ان کا کس حد تک ہم نوا ہے۔ اس کے باوجود وہ ہشام کا مقصد بھانپ کر نہ تو مداہنت سے کام لیتے ہیں اور نہ چاپلوسی کرتے ہیں بلکہ اُس اصلی شخص کا نام لیتے ہیں جس کے بارے میں وہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ہشام جب کہتا ہے تم جھوٹ بول رہے ہو، تو وہ شاہی آداب اور احترام و وقار سب کو نظر انداز کر دیتے

Marfat.com

ہیں اور ایسا طرزِ تخاطب اختیار کرتے ہیں کہ اُن کی گردن کٹ سکتی ہے۔ ایسے عظیم شخص پر یہ اتہام باندھنے والے کون لوگ ہیں؟ مستشرقین کو تو چھوڑئیے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں، ان کی ساری علمی تگ و دو کا مقصد یہی رہا ہے کہ اسلامی معاشرے کی بنیادوں میں فکری ڈائنامیٹ بچھا کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں، ان کی بچھڑی ہوئی ہڈیوں پر فکر و فلسفہ کا غول چڑھانے والے مسلمان منکرینِ سنّت کا اپنا کردار کیسا ہے؟ جیفۂ دنیا کی خاطر غیر مسلموں کی عمر بھر چاکری کرتے رہتے ہیں، مگر احساس نہیں ہوتا کہ قرآن، طاغوت کی اطاعت کا نہیں، اس سے بغاوت کا حکم دیتا ہے۔ ان کی زندگی قرآن کی بیان کردہ اسلامی زندگی سے نہ صرف کوئی میل نہیں کھاتی بلکہ جو حسین و جمیل دبیز پردے انہوں نے اپنی زندگی پر ڈال رکھے ہیں انہیں اگر اتار پھینکا جائے تو بڑی گھناؤنی تصویر سامنے آتی ہے۔ وہ زانی، شرابی اور اسلام کے کھلے باغی حکمرانوں کی شان میں قصیدہ سرائی ہی نہیں کرتے بلکہ انہیں مرکزِ ملت کی حیثیت سے قرآنی تعلیمات کی تعبیرِ نو کا مجاز بھی قرار دیتے ہیں۔

(۳)

امام زہری اخلاقِ حسنہ کا پیکرِ جمیل ہیں۔ زاہد و متقی۔ حافظہ اتنا قوی ہے کہ اسیّ راتوں میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اُن کی اس خداداد صلاحیت کا دُور دُور چرچا ہے۔ ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک اہلِ مدینہ کو عتاب بھرا طویل خط لکھتا ہے۔ گورنر لوگوں کو جمع کرتا ہے اور خط پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ خط سُن کر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں۔ سعید بن مسیبؒ کی خدمت میں ان کے احباب اور شاگرد حاضر ہوتے ہیں۔ سعید پوچھتے ہیں "خط میں کیا لکھا تھا؟ کوئی اس کے مندرجات بتا سکتا ہے؟" اتنا طویل خط کسے یاد رہا ہے۔ بس جستہ جستہ باتیں ذہن میں محفوظ رہ گئی ہیں۔ کوئی دو باتیں سناتا ہے

Marfat.com

کوئی تین، مگر سعید مطمئن نہیں ہوتے۔ زہری کو پتہ چلتا ہے، تو کہتے ہیں: کیا آپ پورا خط سننا چاہتے ہیں؟ سعید اثبات میں جواب دیتے ہیں اور زہری حافظے کے زور سے اس طرح پڑھ کر سنا دیتے ہیں جیسے خط ہاتھ میں لیے پڑھ رہے ہوں۔ ایک بار خلیفہ ہشام بن عبدالملک خود امتحان لیتا ہے۔ کہتا ہے میرے بچے کے لیے کچھ احادیث لکھ دیجیے۔ امام زہری ایک کاتب کو چار سو حدیثیں لکھوا دیتے ہیں۔ ایک مہینے کے بعد خلیفہ کہتا ہے۔ آپ نے جو حدیثیں لکھ دی تھیں وہ کتاب گم ہو گئی ہے، ویسی ہی ایک کتاب اور لکھ دیجیے۔ امام زہری کاتب کو بلوا کر وہی حدیثیں پھر لکھ دیتے ہیں۔ ہشام دونوں مسودات کا تقابل کرتا ہے اور ایک خوشگوار حیرت اُسے آ لیتی ہے۔ ایک حرف کا بھی تو فرق نہیں ہے۔ زہری کے ایسے بہت کم ہم عصر ہیں کہ اِدھر کوئی بات سنیں اور اُدھر وہ ذہن پر پتھر کی لکیر کی طرح نقش ہو جائے۔ یوں تو سبھی اہلِ ورع و تقویٰ خرافات سے دامن کش رہتے ہیں، لیکن امام زہری اِس سلسلے میں خاصا اہتمام کرتے ہیں۔ کوئی فضول بات سننا پسند نہیں کرتے۔ بچپن ہی میں یہ حال تھا کہ بازار یا کسی مقامِ خرافات سے گزر ہوتا تو کان بند کر لیتے مبادا وہ خرافات لوحِ ذہن پر نقش ہو جائیں۔ اپنے حافظے کے بارے میں خود فرماتے ہیں: "بخدا میرے کانوں میں کوئی بات ایسی داخل نہیں ہوئی جسے میں بھول گیا ہوں"۔

امام زہری ہوش کی آنکھیں کھولتے ہیں، تو اپنے آپ کو یتیم بے نوا پاتے ہیں، لیکن اپنی خداداد ذہانت اور محنت و مشقت سے علم و فضل اور دنیوی وجاہت کی بلندیوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے دور کا مدینہ وہ شہر ہے جس کی گلی گلی میں علم کے سوتے بہتے ہیں، گھر گھر علم و فن کا مرکز ہے۔ مرد ہی نہیں عورتیں بھی علم کا بحرِ بیکراں ہیں۔ زہری گھر گھر جاتے اور عورتوں اور بچوں تک سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہر محلے میں علمی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ شائقینِ علم دُور دُور سے ان مجالس میں شریک ہونے آتے ہیں۔ زہری ان مجالس سے جی بھر کر فیضیاب ہوتے ہیں۔ وہ سب سے

Marfat.com

پہلے حاضر ہوتے اور سب کے بعد جاتے ہیں۔ حافظہ قوی ہونے کے باوجود ہر بات لکھ لیتے ہیں۔ ان کے اساتذہ اور شیوخ میں پندرہ جلیل القدر صحابہؓ، مدینہ کے ساتوں مشہور فقہا اور اکابر تابعین کی بہت بڑی جماعت شامل ہے۔ یہی نہیں مدینہ کے علم سے بہرہ یاب ہوکر دور دراز کا سفر کرتے اور ہر خرمن کی خوشہ چینی کرتے ہیں۔ اس ذوق وشوق اور شدتِ حال نے انھیں عالمِ اسلام کا سب سے بڑا عالم بنادیا ہے۔ قرآن، سنّتِ رسول، سیرت، فقہ، مغازی غرض کوئی شعبۂ علم ایسا نہیں جس میں انہیں کمال حاصل نہ ہو۔ بڑے بڑے شیوخ اور اہلِ علم ان کی عظمت کے قائل ہیں۔ ایوب سختیانی کہتے ہیں میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ کسی نے پوچھا: حسن بصری کو بھی؟ ایوب پھر اپنا جواب دہراتے ہیں۔ مکحول ایسے بلند پایہ عالم جنہوں نے تحصیلِ علم کے سلسلے میں اس دور کا پورا عالمِ اسلام چھان مارا ہے اور بڑے بڑے علماء سے استفادہ کیا ہے، ان سے جب پوچھا جاتا ہے کہ آپ سب سے بڑے کس عالم سے ملے تو وہ امام زہری کا نام لیتے ہیں۔ امام مالکؒ کا جو خود ایک مکتبِ فکر کے بانی ہیں، ارشاد ہے زہری بے مثال عالم ہیں۔ لیث بن سعد کہتے ہیں میں نے زہری سے بڑھ کر جامع عالم نہیں دیکھا۔ وہ جس شعبۂ علم پر گفت گو کرتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے اس شعبے میں ان کا کوئی ہم سر نہیں۔ ان کی علمی عظمت کا اندازہ ان کے تلامذہ پر ایک نظر سے ڈال کر ہوسکتا ہے۔ عطاء بن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیزؒ، عمرو بن دینار، صالح بن کیسان، ایوب سختیانی، امام اوزاعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، لیث بن سعد۔ یہ تو صرف چند نام ہیں ورنہ یہ فہرست سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ علم و فضل کا مینار ہے۔

(۴)

علم کی طرح زہری کا کردار بھی پہاڑ کی طرح بلند اور مضبوط ہے۔ حق گو اور باطل کے

Marfat.com

آگے کسی صورت نہ جھکنے والے، مجاہد فی سبیل اللہ، ہر وقت فوجی وردی میں ملبوس رہتے سخی اور فیاض ہیں، جو بھی سائل مانگنے آتا ہے اُسے حتی الوسع خالی ہاتھ جانے نہیں دیتے۔ جو کچھ پاس ہوتا ہے دے دیتے ہیں۔ اپنے پاس نہیں ہوتا تو دوست احباب اور اپنے غلاموں تک سے قرض لے کر دیتے ہیں۔ وقت پر حاجت مند کی مدد نہیں کر سکتے تو جب بھی رقم ہاتھ آتی ہے اس کا سوال پورا کرتے ہیں۔ عام گزرگاہ پر شہد اور ثرید کے دسترخوان بچھا دیتے ہیں تاکہ ہر آنے جانے والا بھوکا اور مسافر اپنا پیٹ بھر سکے اور اُسے سوال کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے۔ ایک مرتبہ دورانِ سفر میں ایک چشمے پر سے گزر ہوتا ہے پتہ چلتا ہے یہاں اٹھارہ بوڑھی اور بیکس عورتیں ایسی ہیں جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں نہ کوئی خادم ہے جو ان کی خدمت کرے۔ امام زہری ان سب کو اٹھارہ ہزار درم قرض لے کر ایک ایک کنیز خرید کر دے دیتے ہیں۔ بدوی قبائل کو علمِ دین سکھانے کے لیے صحرا میں ان کے ڈیروں پر جاتے ہیں۔ دین کی تعلیم بھی دیتے اور شہد، پنیر اور گھی سے ان کی خاطر تواضع بھی کرتے ہیں۔ اپنی اس سخاوت کی وجہ سے اکثر مقروض ہو جاتے ہیں۔

امام زہری نے مفلسی کی تلخیاں بھی چکھی ہیں اور امیری کے ثمرات بھی۔ لیکن گرم و سرد دنوں میں نہ تو کبھی خودی ہاتھ سے جانے دی اور نہ کبھی نخوت اور غرور ان کے قریب بھٹکا۔ انہوں نے چھ اموی خلفا کا عہد دیکھا ہے اور ان سب سے بڑے گہرے روابط ہیں۔ عبدالملک کے عہد میں دمشق کے قاضی بھی رہے۔ دولت اُن کے گھر کی باندی ہے، مگر وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں: درہم و دینار زہری کی نظر میں اونٹ کی مینگنیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

Marfat.com

۹

مردِ حق گو

Marfat.com

دبدبۂ قلندری طنطنۂ سکندری

آں ہمہ جذبۂ کلیم ایں ہمہ سحرِ سامری
آں بہ نگاہ می کشد ایں باسپاہ می کشد
آں ہمہ صلح و آشتی ایں ہمہ جنگ و داوری
ہر دو جہاں کشا ستند ہر دو دوام خواستند
ایں بادلیلِ قاہری آں بادلیلِ دلبری

قلندر کا رعب و ادب کلیتہً جذبۂ کلیم کا مرہونِ منت ہے اور سکندر کا شان و شکوہ محض سحرِ سامری کا کرشمہ ہے۔
قلندر دنیا کو اپنی نگاہِ حق پرست سے فتح کرتا ہے اور سکندر اپنے لاؤ لشکر سے قلندر کا پیغام سراپا امن و آشتی سے عبارت ہے اور سکندر کا وجود جنگ اور انسانوں پر خدائی کا علمبردار۔
دونوں دنیا کو فتح کرنے اور اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے خواہشمند ہیں، سکندر اس کے لیے جبر و جور سے کام لیتا ہے اور قلندر عشق و محبت سے۔

Marfat.com

عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور اپنے قصر میں بیٹھا ہے اس کا وزیر ربیع بھی خدمت میں حاضر ہے۔ اتنے میں ایک چوبدار کی معیت میں ایک بزرگ تشریف لاتے ہیں۔ منصور تعظیماً اپنی مسند سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ ربیع بھی خلیفہ کی پیروی میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ بزرگ کمرے میں قدم رکھتے ہی بلند آواز میں پکارتے ہیں: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔"

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ"۔ منصور جواب دیتا ہے اور انہیں اپنی مسند کے قریب جگہ دیتا ہے۔ چوبدار آداب بجالا کر اُلٹے پاؤں رخصت ہو جاتا ہے۔ منصور بیٹھتا ہے تو ربیع بھی بیٹھ جاتا ہے۔ منصور ان بزرگ سے بڑے عقیدت مندانہ لہجے میں کہتا ہے: "اے شیخ، آپ ہم سے کنارہ کش کیوں رہتے ہیں؟"

"امیر المومنین! آپ کیا چاہتے ہیں؟" بزرگ دریافت کرتے ہیں۔

"میں آپ سے کچھ اکتساب فیض چاہتا ہوں" منصور جواب دیتا ہے۔

"امیر المومنین! میں جو کچھ کہوں اس پر غور فرمائیے اور اسے نظر انداز نہ کیجئے"۔ بزرگ کہتے ہیں۔

"میں نظر انداز کیسے کر سکتا ہوں جب کہ خود مجھے اس کی طلب ہے اور اسی کی خاطر آپ کو زحمت دی ہے"۔

"تو پھر سنیے اور عمل پیرا ہوئیے"۔ بزرگوار بے نیازی سے کہتے ہیں۔ ربیع جو سراپا

Marfat.com

نیازنہ بنا بیٹھا ہے ان بزرگوار کے اس اندازِ گفتگو سے چراغ پا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھاتا ہے، مگر منصور اسے جھڑک دیتا ہے اور کہتا ہے: "یہ مجلس سزا اور پاداش کی نہیں پند و نصیحت اور نیک صلے کی ہے۔"

بزرگوار اس بات چیت سے کوئی تاثر لیے بغیر گفتگو شروع کرتے ہیں۔

"اے امیر المومنین! مجھ سے مکحول نے اور انہوں نے ابنِ بسر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کے بارے میں کوئی نصیحت آئے اور وہ اسے شکر و سپاس کے ساتھ قبول کرے تو گویا وہ ایک نعمت ہے جس سے اللہ نے اسے نوازا ہے اور اگر وہ اس نصیحت کو ٹھکرا دے تو گویا اللہ کی جانب سے اس پر ایک حجّت تھی جو پوری کر دی گئی تاکہ وہ اسے ٹھکرا کر اپنے گناہوں میں مزید ڈوب جائے اور گناہوں میں اس اضافے کے ساتھ اللہ کی ناخوشی میں بھی اضافہ ہو جائے۔

"امیر المومنین! مجھ سے مکحول نے بیان کیا اور مکحول نے ابنِ بسر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو حکمران ایک رات بھی اس حالت میں گزارتا ہے کہ اس کا دل رعایا کی طرف سے کینے کپٹ سے لبریز ہوتا ہے اللہ اس پر جنّت حرام کر دیتا ہے۔"

"امیر المومنین! جو شخص حق بات ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اسے ناپسند کرتا ہے اس لیے کہ اللہ کی ذات خود روشن و مُبیّن حق ہے۔"

"امیر المومنین! آپ اپنی نفس پرستیوں میں گم، عوام النّاس سے، جن کے سیاہ و سُرخ مسلم و کافر پر آپ حکمرانی کر رہے ہیں، لاپروا اور غافل ہیں، حالانکہ ان میں سے ہر ایک

Marfat.com

آپ سے دادخواہ ہے۔ پھر اس وقت کیا عالم ہو گا جب یہ لوگ آپ کا گریبان پکڑنے کے لیے گروہ در گروہ آپ کی طرف بڑھیں گے؟ اُن میں سے ہر ایک کی زبان آپ کے مظالم اور ستم رانیوں کی شکوہ سنج ہو گی۔"

"امیر المومنین! نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اہلِ ایمان پر بڑے ہی شفیق اور مہربان تھے۔ ان کے عیوب کی پردہ پوشی فرماتے۔ اُن پر نہ تو اپنے دروازے بند فرماتے نہ ان کے اور اپنے درمیان پردہ حائل کرتے۔ انہیں کوئی نعمت میسّر آتی، تو مسرور ہوتے اور کوئی مصیبت آ لیتی تو رنجیدہ خاطر ہوتے۔"

"امیر المومنین! مجھ سے مکحول نے بیان کیا اور مکحول نے زیاد بن جادیہ سے اور زیاد نے حبیب بن مسلم سے روایت کی کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے آپ کو قصاص کے لیے لوگوں کے سامنے پیش فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ آپؐ کے ہاتھ سے کسی اعرابی کو غیر ارادی طور پر خراش آ گئی، جبرئیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! اللہ نے آپ کو جابر و متکبر بنا کر نہیں بھیجا، چنانچہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اعرابی کو بلایا اور فرمایا مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔ اعرابی نے عرض کی! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے آپ کو معاف کیا۔ مجھ سے ایسی جسارت کبھی نہ ہو سکے گی۔"

"پھر اس شخص کی کیا حالت ہو گی جس نے بندگانِ خدا کو مشقت میں ڈالا، ان کا خون بہایا، ان کے گھر اُجاڑے، انہیں جلا وطن کیا اور خوفزدہ کر کے اپنے سے دُور کر دیا۔"

"امیر المومنین! اپنی جان کی فکر کیجیے اور اس کے لیے اپنے رب کی امان مانگیے۔ نیز جنّت کی آرزو کیجیے جو ارض و سمٰوٰت کی وسعتوں پر حاوی ہے اور جس کے بارے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جنّت میں اگر تم میں سے کسی کو ایک کمان

Marfat.com

جتنی جگہ بھی مل جائے تو وہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔"

"امیرالمومنین! یہ سلطنت جو آپ کے قبضے میں ہے اگر آپ کے پیشروؤں کے پاس رہتی تو آپ تک نہ پہنچتی پھر جس طرح یہ دوسروں کے پاس نہیں رہی آپ کے پاس بھی نہ رہے گی۔"

"امیرالمومنین! کچھ خبر ہے، آپ کے جدِ بزرگوار (عبداللہ ابنِ عباسؓ) آیت مَالِهٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا (یہ کتاب کیسی ہے کہ چھوٹی بڑی کوئی بات ایسی نہیں جس کا ذکر اس نے چھوڑ دیا ہو) کی تفسیر میں کیا فرماتے ہیں؟ صغیرہ سے مراد تبسم ہے اور کبیرہ سے مراد کھلکھلا کر ہنسنا۔ پھر غور فرمائیے ہاتھ جو کچھ کرتے ہیں اور زبان جو کچھ کہتی ہے اس کا شمار کس زمرے میں ہوگا؟"

"امیرالمومنین! مجھ تک عمر بن الخطابؓ کا یہ قول پہنچا ہے کہ اگر فرات کے کنارے بکری کا نوزائیدہ بچہ بھی غفلت سے تلف ہو جائے، تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ اس کے بارے میں بازپرس کرے گا۔ پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جس نے لوگوں کو آپ کے عدل سے محروم رکھا اور اُسے پھر بھی آپ کی بارگاہ میں اثر و رسوخ حاصل ہے؟"

"امیرالمومنین! کیا آپ جانتے ہیں؟ آپ کے جدِ بزرگوار نے آیت:

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى۔

(اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے، پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور ہوا و ہوس کا اتباع مت کرو۔)

کی کیا تاویل بیان فرمائی ہے؟ وہ کہتے ہیں: "اے داؤد! اگر تیرے سامنے دو فریق

Marfat.com

اپنا جھگڑا چکانے کے لیے حاضر ہوں اور ان میں سے ایک فریق کے ساتھ تیرا رشتۂ محبت ہو تو اپنے دل میں ذرا بھی یہ خیال نہ لا کہ فیصلہ اس کے حق میں ہو اور اُسے مدِّ مقابل پر فتح حاصل ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم اپنا خلعتِ نبوّت تم سے چھین لیں گے، اپنی خلافت کے منصب سے معزول کر دیں گے اور جس بزرگی اور سیادت سے بہرہ یاب ہیں وہ باقی نہ رہے گی۔ اسے داؤد! ہم نے اپنے رسولوں کو اپنے بندوں کا نگران بنایا ہے جیسا کہ اونٹوں کا نگران ان کا چرواہا ہوتا ہے۔ انہیں نگرانی کا طور طریق سکھایا ہے اور رعیّت داری کی تربیت دی ہے تاکہ وہ زخمی اونٹوں کو پناہ دیں اور لاغروں کو گھاس اور پانی کے مقام پر لے جائیں۔"

"امیر المومنین! آپ پر بہت بڑی ذمّہ داری ڈال دی گئی ہے۔ اتنی بڑی ذمّہ داری کہ اگر آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی جاتی تو وہ بھی اسے اٹھانے سے انکار کر دیتے اور لرزاں و ترساں ہوتے۔ مجھ سے یزید نے بیان کیا، یزید نے جابر سے، جابر نے عبدالرحمٰن سے اور عبدالرحمٰن نے ابو عمرہ انصاریؓ سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے ایک انصاری کو زکوٰۃ کی تحصیل پر مقرر فرمایا۔ کچھ روز کے بعد دیکھا وہ مدینے ہی میں مقیم ہیں۔ اپنے فرض کی بجاآوری کے لیے نہیں گئے۔ پوچھا آپ اپنے کارِ منصبی پر کیوں نہیں گئے؟ کیا یہ خبر نہیں کہ آپ کو وہی اجر ملے گا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو ملتا ہے؟ وہ بولے "نہیں"۔ عمرؓ نے کہا وہ کیسے؟ بولے: مجھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی پہنچا ہے کہ جس شخص کو لوگوں کے معاملات کا ذمّہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے روز لایا جائے گا اور آگ کے ایک پُل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اس کے کھڑے ہوتے ہی پُل لرزنے لگے گا اور اس کا ایک ایک عضو اور جوڑ بند ہل جائے گا۔ بعد ازاں اسے اپنی

Marfat.com

اصلی حالت پر لوٹا کہ اس کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ محسن ثابت ہوا تو اپنے احسان کی بدولت نجات پائے گا اور اگر خطاکار نکلا تو پل اسے اپنی آغوش میں لیے ستّر برس کی مسافت کی گہرائیوں میں گر پڑیگا عمرؓ نے ان سے کہا آپ نے یہ روایت کس سے سُنی؟ انہوں نے کہا: ابوذرؓ اور سلمانؓ سے۔ عمرؓ نے ان دونوں کو بلوایا اور دریافت کیا۔ انہوں نے کہا: "ہاں ہم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سنا ہے"۔ عمرؓ بولے: "افسوس ہے عمرؓ پر۔ اس انجام کے ہوتے ہوئے اس ذمہ داری کو کون اُٹھا سکتا ہے"۔ ابوذرؓ نے کہا: صرف وہ شخص جس نے اللہ کے حضور اپنی ناک رگڑی اور اپنے رخسار زمین کے ساتھ چمٹا لیے"۔

ابوجعفر رومال چہرے پر ڈال لیتا ہے اور دھاڑیں مار مار کر روتا ہے حتّٰی کہ بزرگ بھی رونے لگتے ہیں۔

بزرگوار اپنی نصیحت کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ آنسو ان کی آنکھوں سے مسلسل رواں ہیں۔

"امیر المومنین! آپ کے دادا بزرگوار حضرت عباسؓ نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مکّہ اور طائف کی امارت کی درخواست کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: "اے عباسؓ! اے عمِّ نبی! ایسا نفس جسے آپ زندہ سلامت رکھ سکیں اس حکومت سے بہتر ہے جس کی ذمہ داریوں کا انت شمار نہیں"۔ یہ تھی نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اپنے محترم چچا کو نصیحت۔ اور یہ شفقت و محبّت کی بنا پر تھی کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے معاملے میں ان کے کسی کام نہ آسکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وحی کی وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرائیے) تو آپ نے فرمایا: "اے عباسؓ، اے صفیہؓ اے عمّہٗ نبی! میں اللہ کے بارے میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں

Marfat.com

گا۔ آگاہ رہو میرے عمل میرے کام آئیں گے اور تمہارے عمل تمہارے کام۔"

"حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے لوگوں کے امور و معاملات ٹھیک ٹھیک وہی شخص انجام دے سکتا ہے جو عقلِ سلیم سے بہرہ ور ہو، عقدہ کشائی میں مہارت رکھتا ہو، عورتوں پر اس کے راز آشکارا نہ کرتا ہو اور اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتا ہو۔" نیز فرمایا: "امیر چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک امیر وہ جو طاقتور ہوتا ہے۔ کج روی سے خود بھی باز رہتا ہے اور اپنے عمّال کو بھی باز رکھتا ہے۔ یہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور اللہ کی رحمت کا ہاتھ اس پر سایہ فگن ہے۔ ایک امیر وہ جو خود کج روی سے باز رہتا ہے، مگر اپنے عمّال کو کھلی چھوٹ دے دیتا ہے کہ شترِ بے مہار کی طرح جس چراگاہ کو چاہیں پامال کریں اور جس کھیت پر چاہیں منہ ماریں۔ یہ وہ شخص ہے جو ہلاکت کے کنارے کھڑا ہے، الّا یہ کہ اللہ اس کو اپنی رحمت سے بچالے۔ ایک امیر وہ ہے جو اپنے عمّال کو تو کج روی سے باز رکھتا ہے، لیکن اپنے نفس کو کھلی چھٹی دے دیتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حطمہ (ظالم چرواہا) کہا ہے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے کہ بدترین چرواہا حطمہ ہے۔ وہ تن تنہا ہلاک ہوگا اور چوتھی قسم کا امیر وہ ہے جو اپنے نفس کو بھی کھلی چھٹی دے دیتا ہے اور اپنے عمّال کو بھی اور وہ سب کے سب ہلاکت سے دوچار ہوں گے۔"

"امیرالمومنین! مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جبرئیل، نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: میں آپ کی خدمت میں اس وقت کا حال بیان کرنے حاضر ہوا ہوں جب اللہ تعالیٰ نے جہنّم کی آگ کو دھونکنیوں سے بھڑکانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ آگ بھڑکائی گئی جو قیامت تک بھڑکتی رہے گی۔" آپ نے فرمایا: "اے جبرئیل میرے سامنے اس آگ کی صفت و کیفیّت بیان کرو۔" انہوں نے کہا: "اللہ نے آگ بھڑکانے کا حکم

Marfat.com

دیا، چنانچہ ایک ہزار برس تک بھڑکائی جاتی رہی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی۔ پھر ایک ہزار برس تک اسے دھونکا جاتا رہا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی، چنانچہ اب وہ کالی سیاہ ہے۔ اس کے شعلے چمکتے ہیں نہ انگارے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اگر اہلِ دوزخ کے ملبوسات میں سے ایک پوشاک اہلِ زمین کے لیے ظاہر کر دی جائے تو وہ سب کے سب موت کے گھاٹ اُتر جائیں اور اگر اس کے مشروب کا ایک ڈول زمین کے پانی میں انڈیل دیا جائے تو جو بھی اسے چکھے ہلاک ہو جائے۔ اگر اس زنجیر کا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ہاتھ بھر لمبا ٹکڑا زمین کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ پگھل کر اپنی جگہ سے لاوے کی طرح بہہ نکلیں، اور اگر کسی شخص کو اس آگ میں غوطہ دے کر نکال لیا جائے تو اس کی بساند اور بگڑی ہوئی شکل و صورت سے دنیا والے پناہ مانگیں۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اس بیان پر بلند آواز سے رو پڑے اور آپ کے ساتھ جبریئل بھی رونے لگے۔"

"امیر المومنین! مجھ تک عمر بن الخطابؓ کا یہ قول پہنچا ہے، وہ دعا کیا کرتے تھے: "اے اللہ اگر تو دیکھے کہ میں فریقین کے درمیان جھگڑا چکانے میں حق سے دُور ہو رہا ہوں، تو مجھے پلک جھپکنے کی مہلت بھی نہ دے۔"

"امیر المومنین! دشوار ترین بات اللہ کے حق کا قیام ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے بڑی شرافت تقویٰ ہے۔ جس نے اللہ سے عزت و اقتدار، اطاعتِ الٰہی کے جذبے کے ساتھ طلب کیا اللہ اس کی قدر و منزلت بلند کرے گا۔ اور جس نے اسے اللہ کی نافرمانیوں میں ڈوب کر چاہا اللہ اسے ذلت و پستی سے ہمکنار کر دے گا۔"

"امیر المومنین! یہ ہے میری نصیحت۔ والسلام علیک۔ بزرگ اُٹھ کھڑے ہوتے

Marfat.com

ہیں۔

ابوجعفر منصور کہتا ہے: ”کہاں چلے؟“

فرماتے ہیں: ”اپنے وطن اور شہر کی طرف۔“

ابوجعفر انہیں زادِ راہ کے طور پر کچھ مال دینے کا حکم دیتا ہے، لیکن وہ قبول نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں مجھے اس کی احتیاج نہیں۔ نہ میں اپنی پند و نصیحت کو دنیا کے سرو سامان کے بدلے بیچنا چاہتا ہوں۔

(۲)

کچھ خبر ہے یہ شیخ کون ہیں؟ شام کے مشہور محدث، فقیہہ اور امام، ابوعمر والاوزاعی[1] جنہیں ان کے ہم عصر اہلِ علم ائمہ حدیث و فقہ خراجِ تحسین ادا کرتے ہیں اور ان کی سواری کی باگ پکڑ کر چلنا باعثِ صد افتخار و سعادت سمجھتے ہیں۔ ابنِ مہدی کا قول ہے حدیث میں امامت کا مقام چار اصحاب کو حاصل ہے۔ اوزاعی، مالک، ثوری اور حمّاد بن یزید۔ ایک مرتبہ سفیان الثوریؒ اور اوزاعیؒ امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ جب رخصت ہو جاتے ہیں تو امام مالک فرماتے ہیں ــــ ”ان دونوں میں سے ایک صاحب علم میں اپنے ساتھیوں سے بڑھ کر ہیں، مگر امامت کے سزاوار نہیں اور دوسرے یعنی اوزاعی امامت کی اہلیت سے بہرہ ور ہیں۔ ابو اسحاق فزاری کہتے ہیں میں نے اوزاعی اور ثوری کا ہم پایہ کسی کو نہیں دیکھا۔ اوزاعی ایک عوامی شخصیت ہیں اور

---

[1] پیدائش ۸۵ھ وفات ۱۵۷ھ

Marfat.com

ثوری مردانِ خاص سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر مجھے ان دونوں میں سے کسی ایک کو امامت کے لیے منتخب کرنا ہوتا، تو میں اوزاعی کو منتخب کرتا۔ اس لیے کہ ان میں توسّع پایا جاتا ہے اور امامت کا تاج انہیں زیب دیتا ہے۔" ایک مرتبہ حج کو جاتے ہیں تو ذی طویٰ کے مقام پر امام سفیان الثوری کی ان سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ ان کے اونٹ کی مہار تھام لیتے ہیں۔ آگے آگے چلتے ہیں اور پکارتے جاتے ہیں: شیخ کے لیے راستہ چھوڑ دو۔ ابنِ عیینہ کہتے ہیں کہ اوزاعی اپنے عہد کے امام ہیں۔

اپنے عہد کے اکابر کی یہ آراء ان کی عظمت پر شاہد ہیں۔ شام کے لوگ انہی کے فقہی مکتبِ فکر کے پیرو ہیں۔ سیرت و کردار کے لحاظ سے ان میں وہ سارے اوصاف ہیں جو ائمہ و صلحاء کا طرۂ امتیاز ہیں۔ صلاح و تقویٰ کے پیکر، عبادت گزار و متورّع، راتیں تلاوتِ قرآن اور رکوع و سجود میں خشیتِ الٰہی سے روتے دھوتے گزرتی ہیں، قیامت کی ہولناکیوں کا تصور اور آخرت کی جوابدہی کا احساس انہیں شب و روز تڑپاتا ہے۔ یہی خوف و احساس ان کے ہر قول و فعل کی اساس ہے۔ اسی خوف و احساس کی جوت وہ دوسروں کے دلوں میں جگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وقت کے بادشاہ سے گفت گو ہو یا اپنے دوستوں اور ہم عصروں سے بات چیت، کوشش یہی ہوتی ہے کہ ان کے دل میں خوفِ خدا اور احساس آخرت موجزن ہو۔

ابو جعفر منصور سے جو گفتگو ہوئی اس کا ہدف و مقصود یہی تھا۔ نشۂ اقتدار میں مست منصور کو بڑی بے باکی سے جھنجھوڑتے ہیں اور متنبہ کرتے ہیں کہ بادشاہی کے غرورِ باطل میں کھو کر نہ رہ جاؤ۔ یہ عظمت اور جاہ و جلال دھوپ چھاؤں ہے۔ آج تم جس شے کو عزت اور فخر کا باعث گردانتے ہو کل وہی ذلت اور رسوائی کا موجب ہوگی۔ جن بندگانِ خدا پر تم

Marfat.com

نے اپنے اقتدار کا جُوا مسلط کر رکھا ہے کل ان کے ہاتھ میں تمہارا گریبان ہو گا اور وہ تم سے اپنا ایک ایک حق مانگیں گے۔ وہ حق جو تم نے آج غصب کر رکھا ہے۔ حکومت جسے تم پھولوں کی سیج سمجھ کر عیش و نشاط میں غرق رہتے ہو، قیامت کے روز انگاروں کا بستر ثابت ہو گی۔ وہاں تمہیں اپنی حق فراموشیوں، غفلت کوشیوں اور ستم رانیوں کا جواب دینا ہو گا اور پوری پوری جزا و سزا پاؤ گے۔ حکومت کوئی بچوں کا کھیل نہیں بلکہ ایک عظیم اور گراں بار ذمہ داری ہے جسے ہوشمند لوگ بڑھ کر اٹھانے کی کبھی آرزو نہیں کرتے اور اگر یہ ذمہ داری زبردستی ان کے کندھوں پر ڈال دی جاتی ہے، تو آخرت کی جوابدہی کا احساس ان پر زندگی کا چین اور امن حرام کر دیتا ہے۔

یہ باتیں بڑی ہی کڑوی کسیلی ہیں، مگر امام اوزاعی بلا تامّل منصور سے کہہ دیتے ہیں۔ ربیع جو بادشاہ سے بھی زیادہ بادشاہ کا وفادار ہے۔ ان باتوں پر تلملاتا ہے، پیچ و تاب کھاتا ہے، اس کی شمشیرِ آبدار اپنی وفاداری کے جوہر دکھانے کے لیے میان میں تڑپ تڑپ اُٹھتی ہے، لیکن امام اوزاعی کو کوئی خوف و خطر حق کہنے سے باز نہیں رکھتا۔

اور یہ تو ابو جعفر منصور ہے جو امام کا قدر دان ہے۔ امام اوزاعیؒ تو پہلے عباسی خلیفہ سفّاح کے چچا اور شام کے گورنر عبداللہ بن علی کے سامنے بھی کڑوے سچ کا اعلان کرنے سے نہ ہچکچائے جو انتہا درجے کا تند مزاج، ظالم و جابر اور غصیلا شخص تھا۔ پھر زمانہ بھی وہ تھا جب بنو عباس نے بنی امیہ کی لاشوں پر نیا نیا تختِ اقتدار بچھایا تھا۔ عبداللہ بن علی بنو امیہ کے ہمدردوں کی تلاش میں تھا۔ امام اوزاعی ان میں سرِ فہرست تھے۔ انہیں اگرچہ بنو امیہ سے کوئی خاص تعلق نہ تھا، لیکن عباسیوں کی سفّاکی اور ستم گری کو ناپسند کرتے تھے۔ اوزاعیؒ چھپ گئے، مگر کب تک؟ آخر ایک

Marfat.com

روز خود دربار میں حاضر ہو گئے۔

عبداللہ تخت پر متمکن تھا۔ نیزہ اس کے ہاتھ میں تھا خونخوار جلاد تلواریں لیے ارد گرد کھڑے تھے۔ اوزاعی نے تخت کے قریب پہنچ کر سلام کیا۔ عبداللہ نے اوزاعی پر تند و تیز نگاہ ڈالی۔ سلام کا جواب دینے کے بجائے اپنا نیزہ زمین پر مارا اور بولا:

"اوزاعی ہم نے ملک و قوم کو ان ظالموں (بنو امیہ) کے چنگل سے نجات دلانے کے لیے جنگ کی ہے تمہاری کیا رائے ہے یہ جہاد ہے یا نہیں؟"

امام اوزاعی کے لیے یہ نہایت نازک وقت تھا، مگر انہوں نے بڑا حکیمانہ جواب دیا۔ فرمایا:

"میں نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشادِ مبارک سنا ہے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کو اچھی یا بری نیت کے مطابق اجر ملے گا۔"

جواب بظاہر بے ضرر تھا، مگر حقیقت میں بڑا سخت۔ امام کا مقصود یہ تھا اگر تمہاری نیت ملک گیری کی تھی، تو تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر مقصد کلمۃ اللہ کی سربلندی تھا، تو جہاد کا ثواب پاؤ گے۔

عبداللہ کا چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا۔ اس نے غصے میں اپنا نیزہ زمین پر مارا اور دوسرا سوال کیا: "اے اوزاعی! بنی امیہ کا قتل جائز تھا یا ناجائز؟"

امام اوزاعی نے جواب میں پھر ایک حدیثِ رسولؐ سنا دی:

"اے امیر! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے ایک مسلمان کا خون صرف تین صورتوں میں جائز ہے۔ اس نے کسی کو قتل کیا ہو اور وہ قصاص میں مارا جائے، شادی شدہ ہو کر زنا کا ارتکاب کرے اور اسلام لا کر مرتد ہو جائے۔"

Marfat.com

عبد اللہ اس جواب پر چراغ پا ہو گیا اور آنکھوں سے انگارے برسنے لگے۔ اس نے غضب ناک آواز میں تیسرا سوال کیا: "بنو امیہ کے اموال کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے"؟

"اگر انہوں نے یہ دولت حرام ذرائع سے سمیٹی تھی تو آپ کے ہاتھ میں پہنچ کر حلال نہیں ہو سکتی اور اگر وہ حلال تھی، تو آپ صرف اس طریقے سے لے سکتے ہیں جس کی اجازت شریعت نے دی ہے"۔ امام نے جواب دیا۔

عبد اللہ کی حالت دیدنی تھی۔ وہ غصے سے آگ بگولا ہو رہا تھا۔ دربار میں ہیبت ناک سناٹا طاری تھا۔ جلادوں نے اپنی تلواریں سونت لی تھیں۔ امام اوزاعی کو اپنی موت کا یقین ہو گیا، لیکن ان کے چہرے سے کسی قسم کا اضطراب ہویدا نہ تھا۔ وہ گردو پیش سے بے نیاز خاموش کھڑے رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے عبد اللہ کی حالت بدل گئی غیظ و غضب کے آثار چہرے سے جاتے رہے۔ درباری ہی نہیں خود امام اوزاعی بھی اس کایا پلٹ پر ششدر تھے۔

"آپ کو اگر عہدۂ قضا سونپ دیا جائے تو کیا ہرج ہے"؟ عبد اللہ نے دریافت کیا۔ اب وہ لہجے میں نرمی اور شفقت تھی۔ گویا اب شاہین کو پھانسنے کے لیے ترغیب و تحریص کا دام پھینکا جا رہا تھا۔

امام اوزاعی نے معذرت کی اور رخصت کی اجازت چاہی۔ عبد اللہ نے اجازت دے دی۔ امام دربار سے نکل کر کچھ دور ہی گئے تھے کہ عبد اللہ کا قاصد آن پہنچا۔ انہوں نے سمجھا غالباً قتل کا پروانہ لایا ہے۔ فوراً سواری سے اترے اور زندگی کی آخری نماز جس کی روایت حضرت خبیبؓ نے قائم کی تھی پڑھنے لگے۔ قاصد منتظر کھڑا رہا۔ امام اوزاعی نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے ایک تھیلی پیش کی اور کہا: امیر نے یہ دو سو دینار آپ

Marfat.com

کے لیے بھیجے ہیں۔ امام نے تھیلی لے لی، مگر گھر پہنچنے سے پہلے ساری رقم اللہ کی راہ میں دے دی۔

(۲۷)

امام اوزاعی خود بھی فکرِ آخرت میں غرق رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے ہیں۔ حکم بن غیلان کو لکھتے ہیں: "مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ تم ہر روز صبح و شام کچھ نہ کچھ وقت فکرِ آخرت میں صرف کرو اور اس کے سوا اور کوئی فائدہ اور غرض تمہیں اپنے اندر نہ الجھانے پائے۔

ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

"قیامت کے روز زندگی کی ساعتیں بندے کے سامنے پیش کی جائیں گی۔ دن پر دن اور ساعتوں پر ساعتیں ایک ایک کر کے گزریں گی اور جو ساعت ذکرِ الٰہی سے محروم اور تہی دامن ہوگی انسان کا دل مارے حسرت کے کٹ کر رہ جائے گا۔ ذرا تصور کرو اس وقت کیا کیفیت ہوگی۔ جب گھڑیوں پہ گھڑیاں، دن پہ دن اور راتوں پر راتیں اس طرح اس کے سامنے سے گزرتی چلی جائیں گی کہ ان کے دامن میں ذکرِ الٰہی اور فکرِ آخرت کا کوئی سرمایہ نہ ہوگا۔"

ایک مرتبہ فرماتے ہیں:

جس وعظ کا مقصود رضائے الٰہی نہیں ہوتا وہ دلوں کو متاثر کیے بغیر اس طرح پھسل جاتا ہے جس طرح پانی سخت پتھر سے۔ (امام اوزاعی کا یہ قول کتنا جامع ہے۔)

اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین پانچ باتوں پر کاربند تھے۔ جماعت سے وابستگی، اتباعِ سنت، مسجد کی آبادی، تلاوتِ قرآن اور جہاد فی سبیل اللہ۔

Marfat.com

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

رات کی نماز میں جو لوگ جتنا طویل قیام کریں گے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اتنا ہی ان کے قیام کو ہلکا کر دے گا۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ‎﴿﴾‏ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا۔

(اور رات کے وقت بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئیے اور طویل رات تک اس کی پاکیزگی بیان کیجیے۔ یہ لوگ توشئے عاجلہ کو پسند کرتے ہیں اور قیامت کے بھاری دن کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔)

Marfat.com

Marfat.com

۱۰

شاہینِ بلند آشیاں

Marfat.com

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

اقبالؔ

Marfat.com

یہ امام سفیان ثوری کی مجلسِ علم و درس ہے۔ سفیان کے گرد و پیش ان کے عقیدتمند اور گلستانِ علم کے خوشہ چین بیٹھے ہیں۔ ان میں ان کے عام شاگرد بھی ہیں اور اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء اور صلحاء بھی۔ خلیفہ ابوجعفر منصور کا قاصد وارد ہوتا ہے اور سلام و تحیات کے بعد بڑے ادب و احترام کے ساتھ اپنی قبا کے نیچے سے ایک سربمہر مکتوب نکال کر پیش کرتا ہے اور کہتا ہے "یہ امیر المومنین کا مکتوب ہے"۔ امام سفیان مکتوب ہاتھ میں لے چکے ہیں امیر المومنین کا نام سنتے ہی فوراً پھینک دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: پناہ بخدا میں ایسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا جسے ظالم کے ہاتھ چھو چکے ہیں۔ پھر اپنے ایک شاگرد کو حکم دیتے ہیں کہ پڑھو اس میں کیا لکھا ہے۔ شاگرد مکتوب پر ثبت شدہ مُہر توڑتا ہے، لفافہ چاک کرتا ہے اور مکتوب کھول کر پڑھتا ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے ابوجعفر منصور[۲] امیر المومنین کی جانب سے اپنے دینی بھائی سفیان سعید الثوری[۱] کی طرف۔

---

[۱] پیدائش ۹۶ھ وفات ۱۶۱ھ

[۲] بعض تذکرہ نگار اس مکتوب کو ہارون الرشید کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن یہ درست نہیں۔ ہارون ۱۷۰ھ میں خلیفہ بنا جب کہ امام سفیان ثوریؒ نو سال پہلے فوت ہو چکے تھے۔

Marfat.com

میرے بھائی! آپ کو خبر ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سلکِ اخوت میں منسلک کر رکھا ہے۔ مجھے بھی اس اخوت ہی کے واسطے سے آپ کے ساتھ محبت اور لگاؤ ہے۔ اگر خلافت کا طوق میری گردن میں نہ ہوتا تو اپنی محبت اور اخلاص کی بنا پر خود حاضرِ خدمت ہوتا۔ اللہ نے مجھے منصب جلیل سے نوازا ہے۔ کوئی ایسا شخص نہیں جس نے مجھے اس پر مبارکباد نہ دی ہو۔ میں نے خزانوں کے منہ کھول دیئے ہیں جو بھی آتا ہے بامراد و شاد کام جاتا ہے۔ یہ عطا، بخشش اور جود و سخا میری آنکھوں کے لیے نور و سرور کا باعث بنی ہوئی ہے۔ لیکن آپ نے ابھی تک تشریف لانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ یہ عریضہ اسی شوقِ تمنا کے ساتھ خدمتِ والا میں بھیج رہا ہوں۔ اے ابو عبید! آپ خوب جانتے ہیں مومن کی زیارت اور اس کی ملاقات کے فضائل کیا ہیں؟ لہٰذا خط ملاحظہ فرماتے ہی بہ عجلت تشریف لائیے۔"

امام سفیان خط کا مضمون سن رہے ہیں اور ان کے چہرے پر انقباض اور ناگواری کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ خط پڑھا جا چکتا ہے، تو امام ارشاد فرماتے ہیں "اسی خط کی پشت پر ظالم کو جواب لکھ دو۔" حاضرینِ مجلس عرض کرتے ہیں "اے ابو عبید امیر المومنین کا معاملہ ہے، اگر جواب الگ کاغذ پر دیا جائے تو بہتر ہے۔" ارشاد فرماتے ہیں "اسی خط کی پشت پر جواب لکھو۔ یہ خط اگر کسبِ حلال سے ہے تو منصور اس کے صلے سے بہرہ یاب ہو گا ورنہ اس کے ساتھ جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ میں اپنے ہاں کسی ایسی چیز کی موجودگی گوارا نہیں کر سکتا جسے ظالم کے ہاتھ لگ چکے ہیں۔ ہو سکتا ہے ایسی چیز ہمارا دین بھی برباد کر کے رکھ دے۔" عرض ہوتا ہے جواب میں کیا لکھا جائے؟ فرماتے ہیں لکھو:

Marfat.com

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے سفیان کی جانب سے ابو جعفر منصور کی طرف جو اُمیدوں اور آرزوؤں کے فریب میں گرفتار ہے، حلاوتِ ایمان جس سے سلب ہو چکی ہے اور جو تلاوتِ قرآن کی نعمت سے محروم ہو چکا ہے۔ دیکھو میں تمہیں واشگاف الفاظ میں لکھ رہا ہوں میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ محبت تھا وہ منقطع ہو گیا ہے۔ ہمارے دیرینہ تعلقات اب ختم ہو گئے ہیں تم نے اپنے مکتوب میں خود اعتراف کیا ہے کہ تم مسلمانوں کے بیت المال میں بیجا تصرف کر رہے ہو۔ تمہارا خط جن لوگوں کے سامنے پڑھا گیا ہے گویا تم نے انہیں اپنے اس جرم کا گواہ بنا لیا ہے اور کل جب اللہ کے دربار میں پیشی ہو گی تو ہم اس کی شہادت دیں گے۔

اے منصور! تم مسلمانوں کا مال برباد کر رہے ہو۔ کیا تمہارے اس فعل کو مجاہدین فی سبیل اللہ، ابناء السبیل، اہلِ علم، بیوہ عورتیں، یتیم بچے اور تمہاری باقی رعایا پسند کرتی ہے؟

اے منصور! اپنا ہاتھ روکو۔ کل تمہیں اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور جوابدہی کرنی ہے۔ یقین جانو اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی ہی عادل اور حکیم ہے۔ اُس سے ڈرو۔ تم سے ایمان اور زہد سلب کر لیا گیا ہے۔ تم تلاوتِ قرآن کی لذت اور صلحاء کی ہم نشینی سے محروم کر دیئے گئے ہو۔ تم نے ظالموں کا سرخیل بننا پسند کر لیا ہے۔

اے منصور! تم تختِ شاہی پر جلوہ گر ہو، حریر و دیبا استعمال کرتے ہو، دروازوں پر تم نے پردے آویزاں کر رکھے ہیں، ظالم سپاہ تمہارے حضور میں کھڑی رہتی ہے، وہ لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتی ہے، مگر کوئی ان ستم رسیدوں کی دادرسی نہیں کرتا۔ تمہارے آدمی

Marfat.com

لوگوں پر شراب کی حد جاری کرتے ہیں اور خود شراب کے رسیا ہیں، زانی کو سزا دیتے ہیں اور خود زناکار ہیں، چوروں کے ہاتھ کاٹتے ہیں اور خود چور ہیں، قاتل کو سزائے موت کا حکم دیتے ہیں اور خود قتل و خونریزی میں قاتلوں سے زیادہ بے باک اور نڈر ہیں۔ خلقِ خدا اُن کی ستم رانیوں سے نالاں ہے، لیکن اس کی تو تمہیں کوئی فکر نہیں، الٹا جو لوگ اپنا دامن بچائے ہوئے ہیں، انہیں بھی اپنی آلودگیوں میں ملوث کرنا چاہتے ہو۔ مجھے تمہارے عطیات اور جود و کرم کی کچھ احتیاج نہیں اور نہ میں تمہارے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق رکھنا چاہتا ہوں۔"

(۲)

یہ سفیان الثوری کون ہیں۔ جنہوں نے منصور کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے؟ حالانکہ یہی منصور تھا جسے سفیان کج کلاہوں کی صف میں شامل ہونے سے پہلے پسند کرتے تھے۔ دنیا نے تو دیکھا ہے جب کوئی شخص بخت کی یاوری سے تخت و تاج کا مالک بن جاتا ہے، تو اس کی داد و دہش سے فیض یاب ہونے کی دوڑ لگ جاتی ہے۔ حکمران کے حلقۂ تقرب میں شامل ہونے کی خاطر تگ و دو ہونے لگتی ہے، لیکن یہاں یہ عجیب اُلٹ معاملہ ہے۔ ایک شخص اپنے دیرینہ ساتھی اور ہم نشیں سے اس لیے تعلقات منقطع کر لیتا ہے کہ اب وہ صاحبِ اقتدار ہو گیا ہے۔ یہ دیرینہ ساتھی تختِ اقتدار پر بیٹھتے ہی خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے۔ ایک دنیا جھولیاں بھر بھر کر لے جاتی ہے۔ وہ منتظر ہے کہ سفیان بھی آئیں گے، اسے منصبِ عظیم و جلیل پر فائز ہونے پر مبارک باد دیں گے اور شاد کام و بامراد جائیں گے اور جب ان کی آمد سے مایوس ہو جاتا ہے تو خود انہیں دعوت دیتا ہے، لیکن وہ مردِ غنی دعوت کو نہایت حقارت سے ٹھکرا دیتے ہیں۔ اسے نہایت تلخ لب و لہجے میں تنبیہہ کرتے ہیں کہ جس

Marfat.com

عظمت پر تم نازاں اور نشۂ اقتدار میں مست ہو وہ ایک بھاری ذمہ داری ہے جس کے لیے تمہیں کل قیامت کے روز سب سے بڑے حاکم و منصف کی بارگاہِ عدل میں حاضر ہو کر جواب دہی کرنی ہے۔ جس غلط کار نظام کے تم سربراہ بنے ہو اور اس پر پھولے نہیں سماتے اس کی ایک ایک غلط کاری کے تم ذمہ دار ٹھہرائے جاؤ گے اور جن خزانوں کا منہ کھول کر تم اپنی فیاضی اور جود و سخا کا مظاہرہ کرنے چلے ہو وہ درحقیقت مسلمانوں کی امانت ہیں ان کی ایک ایک کوڑی کا تمہیں حساب دینا ہو گا۔

تو ہاں، یہ سفیان الثوری کون ہیں؟ اپنے دور میں علم حدیث رسول کے امیر المومنین، امام جلیل، عظیم محدث اور فقیہہ علم و عمل کے آفتاب جس سے جہل کی تاریکیاں چھٹ کر رہ گئی ہیں۔ امام مالک کہتے ہیں: پہلے عراق میں روپے پیسے اور کپڑے کی بہتات تھی اور جب سفیان الثوری وہاں گئے تو علم کی بہتات ہو گئی۔ اتنی عظیم و بلند مرتبت شخصیت کہ ان کے ہم عصر ائمہ ان کی تعریف میں رطب اللساں ہیں، جنہیں مستقبل میں احمد بن حنبلؒ ایسے عظیم محدث اور امام اپنا استاد سمجھنے پر فخر کریں گے، اگرچہ ان کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنا تو ایک طرف انہیں دیکھا تک نہ ہو گا۔

سفیان کا جواب ابو جعفر کو غضب ناک کر دینے کے لیے کافی ہے۔ وہ پیچ و تاب کھاتا بھی ہے، مگر سلطنت کی مصلحتیں اس کی آتشِ غضب کو ٹھنڈا کر دیتی ہیں۔ بنو عباس کی سلطنت تازہ تازہ قائم ہوئی ہے۔ انہیں اپنے اقتدار کے استحکام اور عامۃ المسلمین کو اپنا ہمنوا بنانے کے لیے علماء و صلحاء اور ائمہ و محدثین کے تعاون کی ضرورت ہے جن کا عوام پر اثر ہے اور جن کی حمایت حاصل ہو جانے کے بعد ان کے ہر فعل کو دینی جواز حاصل ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

سفیان الثوری کو جو مکتوب لکھا گیا اس کا اصل محرک یہی ہے۔ سفیان الثوری ملت کے ان ممتاز افراد میں سے ہیں، جنہیں ابو جعفر اور اس کے بعد اس کا بیٹا مہدی اپنے حلقے میں کھینچنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں مگر وہ ان سے دور بھاگتے ہیں، انہیں عطیات اور ہدایا سے نوازتے ہیں اور وہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں، انہیں مناصبِ جلیلہ کی پیش کش کرتے ہیں اور وہ اسے مسترد کر دیتے ہیں۔ وقت کی رفتار کے ساتھ ایک طرف منصور کی کوششوں میں اضافہ دوسری طرف سفیان کا رویہ سخت تر ہوتا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حج کے موسم میں مسجد الحرام میں منصور سے مڈبھیڑ ہو جاتی ہے۔ وہ کندھوں سے پکڑ لیتا ہے اور کعبے کی طرف ان کا رُخ کرتے ہوئے کہتا ہے: "قسم ہے اس عمارت کے رب کی مجھے آپ نے کیسا آدمی پایا؟" سفیان بے تامل بڑی بے باکی کے ساتھ جواب دیتے ہیں: "اس عمارت کے رب کی قسم، میں نے تجھے بدترین انسان پایا ہے۔"

ایک مرتبہ منصور کوفہ کے گورنر کے نام ایک فرمان بھیج کر انہیں بغداد طلب کرتا اور منصبِ قضا پیش کرتا ہے۔ یہ بھی بہکی باتیں کرتے ہیں اور موقع پا کر بھاگ آتے ہیں اور روپوش ہو جاتے ہیں۔ پھر بلد الامین (مکہ معظمہ) میں پہنچ کر پناہ لیتے ہیں۔ منصور کا غیظ و غضب بھڑک اٹھتا ہے وہ ان کے قتل کا ارادہ کر لیتا ہے۔ حج پر روانہ ہوتا ہے، تو حکم دیتا ہے کہ حرم سے باہر سُولی گاڑ دی جائے۔ انہیں اس عالم میں پتہ چلتا ہے کہ مسجدِ الحرام میں لیٹے ہیں، فضیل بن عیاض کی گود میں ان کا سر ہے اور سفیان بن عیینہ کی گود میں دونوں پاؤں۔ فضیل اور ابنِ عیینہ دونوں پریشان ہو جاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں ربِّ کعبہ کی قسم، منصور کو اس گھر میں داخل ہونے کی توفیق نصیب نہ ہو گی۔ پھر

Marfat.com

اٹھتے ہیں اور کعبے کے پردے پکڑ کر دُعا کرتے ہیں: اے اللہ! مجھے منصور سے نجات دے۔ اپنے رب پر یقین و توکّل سے لبریز دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی یہ دُعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوتی ہے۔ منصور راستے میں بیمار ہو جاتا ہے اور اس کی لاش مکہ پہنچتی ہے۔

منصور کے بعد مہدی تخت پر متمکن ہوتا ہے وہ ان کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیتا ہے۔ سفیان ثوری چند سپاہیوں کی معیت میں دربار میں داخل ہوتے ہیں۔ سب کی نگاہیں ان پر مرکوز ہیں۔ سفیان آگے بڑھ کر مہدی کے قریب پہنچتے ہیں۔ ان کی چال میں عالمانہ وقار ہے۔ آدابِ شاہی سے بے نیاز بلند آواز سے پکارتے ہیں:

"السلام علیک"۔

مہدی تخت سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کرتا ہے، اپنے قریب مسند پر جگہ دیتا ہے۔ پھر باتیں شروع ہوتی ہیں۔ مہدی کہتا ہے:

"سفیان، آپ ہم سے بھاگتے پھرتے ہیں؟ حالانکہ آپ کو علم ہے کہ ہمارے ہاتھوں سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ آپ کو ڈرنا چاہیئے، کہیں ایسا نہ ہو ہم خواہشِ نفس سے مغلوب ہو کر کوئی اقدام کر بیٹھیں"۔

سفیان کا چہرہ پہلے کی طرح روشن ہے۔ اس دھمکی کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا، وہ انتہائی بے نیازی اور جرأت کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔

"ہاں آپ جو بھی چاہیں کر سکتے ہیں، مگر ایک برتر و اعلیٰ، عادل و قادر ہستی بھی ہے جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر کے رہے گی"۔

ربیع حاجب تلوار لیے سفیانؒ کی پشت پر کھڑا ہے۔ اُسے اُن کا بے نیازانہ اندازِ گفتگو سخت ناگوار گزرتا ہے۔ عرض کرتا ہے:

Marfat.com

"میرے آقا! حکم ہو تو اس گنوار کی گردن مار دوں۔ اسے بات کرنے کا سلیقہ ہے نہ شاہی آداب کی خبر۔"

"کم بخت چُپ رہ۔ ان جیسے لوگ تو یہی چاہتے ہیں کہ ہم انہیں قتل کر کے سعادت سے محروم ہو جائیں اور اپنا دامن بدبختی سے بھر لیں۔" مہدی ڈانٹ دیتا ہے، پھر سفیان کی طرف متوجہ ہوتا ہے:

"آپ کو کوفہ کی ججی قبول کرنی ہو گی، ہم مکمل اختیارات دیتے ہیں۔ آپ کے کام میں کوئی مداخلت نہ ہو گی جو فیصلہ بھی کریں گے اُس کے خلاف اپیل نہ کی جا سکے گی۔"

مہدی تقرری کا پروانہ عطا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ سفیان پروانہ لے کر باہر نکلتے ہیں اور اُسے دریائے دجلہ کی موجوں کی نذر کر دیتے ہیں کہ ع

ایں دفترِ بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ

اور خود روپوش ہو جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ مہدی سے حج کے زمانے میں ایسے عالم میں ملاقات ہوتی ہے کہ اس کے مصاحب، اور کاسہ لیس قصیدہ سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔ سفیان سے رہا نہیں جاتا۔ مہدی سے کہتے ہیں:

"عمرؓ بن الخطاب نے حج کیا اور صرف سترہ دینار خرچ کیے۔ تُو نے حج کیا اور پورا بیت المال صرف کر دیا۔"

ایک تو بات ہی اپنی جگہ تلخ ہے۔ اس پر طرّہ یہ کہ جس ماحول میں کہی گئی ہے اس نے مزید تلخیاں گھول دی ہیں۔ مہدی کا چہرہ غصّے سے تمتما اٹھتا ہے، مگر سفیان خاموشی سے گردو پیش پھیلے ہوئے ہزاروں انسانوں کے جنگل میں گم ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

سفیان اصحابِ اقتدار ہی کے نہیں عوام الناس کے سامنے بھی اعلانِ حق کرنے میں مداہنت برتتے ہیں نہ کسی مصلحت سے کام لیتے ہیں۔ ان کا معمول یہ ہے کہ شام میں ہوتے ہیں تو حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب برملا بیان کرتے ہیں اور بالکل پروا نہیں کرتے کہ وہاں سب حضرت علیؓ کے مخالف ہیں اور کوئی ان کا حامی نہیں۔ عراق میں ہوتے ہیں تو حضرت عثمانؓ کے مناقب بیان کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہاں ان کا کوئی مدّاح نہیں۔ کوفہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں جہاں شیعانِ علیؓ کا زور ہے اور خوارج کے سامنے جاتے ہیں تو بے دھڑک حضرت علیؓ کے فضائل بیان کرتے ہیں۔

(۳)

یہ ہے اس مردِ جلیل کا کردار جو ان افراد میں سے ایک ہے جن کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اُمّت کی آئندہ نسلوں کو منتقل ہونے والی ہیں۔ اس مردِ جلیل کی طرح اس پورے گروہِ اتقیا کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ اصحابِ اقتدار سے نفور اور اربابِ دول سے بے نیاز ہیں، حق گوئی ان کے خمیر میں گندھی ہے، حق کے معاملے میں لومۃ لائم کی مطلق پروا نہیں کرتے، اس کے لیے وہ جابر و ظالم سلاطین کا غضب مول لینے سے بھی نہیں ہچکچاتے اور یہ شاید اپنے اس کردار سے ان کج رووں اور مفتریوں کا جواب فراہم کر رہے ہیں جو آئندہ چل کر ان پر یہ افترا۔ پردازی کرنے کو ہیں کہ احادیث عجمی سازشیوں نے اربابِ اقتدار کے ساتھ سازش کر کے وضع کی ہیں۔ ان کا یہ کردار مفتریوں کی افترا پردازی کے جواب میں یہ خاموش سوال کرے گا کہ کیا اربابِ اقتدار کے اشاروں پر رقص کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں؟

Marfat.com

اور اپنے عہد کے محدثین کے سرخیل امام سفیان الثوریؒ کا تو یہ عالم ہے کہ اربابِ اقتدار سے خود ہی دُور نہیں بھاگتے اپنے شاگردوں کو بھی تلقین و نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ان لوگوں سے کوئی سروکار نہ رکھیں۔ ان کے درباروں اور بارگاہوں میں حاضر باشی اور ان کے عطا کردہ مناصب کو قبول کرنے کے بجائے عزلت اور گمنامی کی زندگی بسر کریں، چنانچہ اپنے ایک شاگرد کو خط میں لکھتے ہیں:

"تم جس زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہو یہ وہ زمانہ ہے جس سے اصحابِ رسول خدا کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ حالانکہ انہیں علم و کردار کی وہ بلندیاں حاصل تھیں جن سے آج ہم محروم ہیں۔ امورِ خیر کے سلسلے میں ہماری حالت یہ ہے کہ ہم میں علم کی قلت ہے، صبر کا فقدان اور اچھے اعوان و انصار کی کمی ہے، فتنہ و فساد کا دور دورہ ہے اور ہم دنیا کی گندگی اور ناپاکی میں آلودہ ہو چکے ہیں۔ پھر ہم اصحابِ اقتدار کے ساتھ روابط استوار کر کے ان ذمہ داریوں سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے ہم پر عائد ہوتی ہیں، لہذا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے کہیں بہتر ہے کہ تم گمنامی کی زندگی بسر کرو۔ خبردار! امراء کا تقرب حاصل نہ کرو، اُن سے میل جول نہ رکھو۔ ان کی محفلوں سے دُور رہو کہ وہ اقتدار کی خاطر سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہوں گے۔ اقتدار انہیں سونے اور چاندی سے بھی زیادہ عزیز ہے۔"

ایک بار ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو حکّام کا ذلہ رُبا تھا۔ آپ نے اُسے ان لوگوں کی صحبت سے محترز رہنے کی نصیحت فرمائی، کہنے لگا: "حضرت! میرے بال بچے ہیں۔ ان کا پیٹ بھی تو پالنا ہے"۔ ارشاد فرمایا: "اس شخص کی باتیں سنتے ہو؟ یہ کہتا ہے اگر خدا کی نافرمانی کرے گا تو اس کے بال بچوں کو روزی ملے گی اور اطاعت د

Marfat.com

فرمانبرداری کرے گا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔" پھر ارشاد فرمایا: "لوگو! کبھی کسی عیال دار کی پیروی نہ کرو۔ عیال دار آدمی حلال و حرام کی آمیزش سے بہت کم اجتناب کرتے ہیں۔ مشتبہ اور حرام رزق کھاتے ہیں۔ ان کا عذر ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ کیا کریں ہم بال بچے والے ہیں۔"

کسی شخص نے عرض کیا: "آپ حکام کے پاس کیوں نہیں جاتے؛ انہیں آپ ظلم سے باز رکھیں گے، پند و نصیحت کریں گے اور منکرات سے روکیں گے۔" فرمایا: "تم مجھ سے فرمائش کرتے ہو کہ دریا میں شناوری بھی کروں اور میرے پاؤں بھی نہ بھیگیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری آؤ بھگت کریں گے، میرا دل ان کی طرف مائل ہو جائے گا اور میرے اعمال برباد ہو کر رہ جائیں گے۔"

(۴)

آئیے اس مردِ جلیل کی صحبت سے کچھ فیض اور حاصل کر لیں۔ فرماتے ہیں:

"علم حاصل کرو اور حاصل کر چکنے کے بعد اسے ہنسی مذاق اور لہو و لعب میں نہ گنواؤ۔ اس طرح دل ویران اور کھنڈر بن جاتا ہے۔ جب کسی کو بدعت کا پتہ چلے تو وہ اس کا ذکر اپنے ساتھیوں سے بھی نہ کرے اور نہ اپنے گوشۂ دل میں اُسے جگہ دے۔

عالم تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو زیادہ خداشناس ہوتے ہیں، اس کے اوامر کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ وہ لوگ ہر وقت اپنے اللہ سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور اس کی حدود کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ دوسرے وہ جو خداشناس تو ہوتے ہیں مگر اس کی حدود کو نہیں جانتے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے

Marfat.com

ڈرتے ہیں، مگر حدود اللہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ تیسرے وہ جو نہ خداشناس ہوتے ہیں نہ اُس کے اوامر ہی سے آگاہ ہوتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ انہیں نہ تو اپنے اللہ کا ڈر ہوتا ہے اور نہ وہ اس کی حدود ہی کا پاس کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

جب تک آدمی بیس سال ادب میں صرف نہ کرے اُسے علم اور حدیث کی جستجو سزاوار نہیں۔

اگر نماز کے وقت پولیس کے آدمی کو سوتا پاؤ، تو اسے نماز کے لیے نہ جگاؤ کیونکہ وہ اُٹھے گا تو لوگوں کو ستائے گا۔ اس کا سوتے رہنا ہی اچھا ہے ع

ہے نیند ہی اس نشے سے فتنے کو سزاوار

کسی نے ان سے پوچھا: ”عربی میں غوغا کیسے آدمی کو کہتے ہیں۔ (عربی میں غوغا کے معنی ہیں کمینہ اور بدوضع آدمی)، فرمایا وہ شخص جو اپنے علم کے ذریعے دنیا ڈھونڈتا ہے۔

جب علماء ہی بگڑ جائیں تو ان کی اصلاح کون کرے گا؟ اور علماء کا بگاڑ یہ ہے کہ وہ دنیا کے ہو کر رہ جائیں اور دین کو فراموش کر دیں۔

ایک مرتبہ سفیان کی خدمت میں عرض کیا گیا: ”فلاں شخص خلیفہ مہدی کے پاس آمد و رفت رکھتا ہے اور کہتا ہے ہم اس کا اتباع نہیں کرتے اور اس کی بد اعمالیوں سے بری ہیں“۔ فرمایا: ”وہ غلط بیانی کرتا ہے۔ کیا اس نے مہدی کی مسرفانہ زندگی نہیں دیکھی؟ کیا اس کے کھانے پینے اور پہننے میں اُسے افراط نظر نہیں آتی؟ پھر کیا کبھی اُس نے اُسے یہ کہنے کی جرأت کی ہے کہ یہ مسرفانہ زندگی آپ کے شایانِ شان نہیں؟“

Marfat.com

علی بن الحسن السلمی سے انہیں خصوصی تعلقِ خاطر ہے۔ انہیں اکثر وصیّت فرمایا کرتے ہیں۔ ایسی وصیّت جسے ہر مسلمان حرزِ جاں بنا لے تو زندگیوں میں انقلاب اور دینِ حق کے چمن میں بہار آجائے۔ ایک بار وہ مجلس میں حاضر ہوتے ہیں، تو فرماتے ہیں۔

سنّت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس پر عمل کرنا ہدایت اور چھوڑ دینا گمراہی ہے۔ دوسری وہ جس پر عمل پیرا ہو کر انسان ہدایت سے بہرہ یاب ہوتا ہے، لیکن اگر اُسے چھوڑ دے تو گمراہی نہیں ہے۔ جب تک فرائض ادا نہ کیے جائیں اللہ نوافل قبول نہیں کرتا۔ رات میں ادا کیے جانے والے حقوق اللہ دن کے وقت قبول نہیں کرتا اور جو حقوق انسان پر دن میں عائد ہوئے انہیں رات کے وقت قبول نہیں فرماتا۔ وہ قیامت کے دن بندے کا حساب کتاب فرائض سے شروع کرے گا، اگر اُس نے فرائض پُورے پُورے ادا کیے ہوں گے تو اس کے فرائض اور نوافل دونوں قبول کر لے گا اور اگر فرائض میں کوتاہی کی ہوگی اور انہیں ضائع کر دیا ہوگا تو نوافل بھی فرائض کے ساتھ ملا دیے جائیں گے۔ اب یہ خدا کی مرضی ہے کہ انسان کو بخش دے یا اُسے عذاب میں ڈال دے۔ سب سے بڑا فریضہ یہ ہے کہ آدمی حرام اور ناانصافی سے باز رہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا۔

(اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ایسے لوگوں کے سپرد کرو جو ان کی حفاظت کی اہلیت رکھتے ہیں)

اے میرے بھائی! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، لسانِ صادق، نیّتِ خالص اور اعمالِ صالح کو اپناؤ۔ ایسے اعمال جن میں دھوکا ہو نہ مکر و فریب۔ یہ بات ذہن میں رکھو، اگر تم اللہ کو نہیں دیکھ رہے، تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، جہاں بھی تم ہوتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ

Marfat.com

سے چالیں نہ چلو ورنہ وہ تمہارے ساتھ چال چلے گا، اس لیے کہ جو اللہ کے ساتھ چال چلتا ہے اللہ اُس کا جواب چال ہی سے دیتا ہے اور اُس کا ایمان اور رُوح زندگی اس طرح کھینچ لیتا ہے کہ اُسے پتہ تک نہیں چلتا۔ اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ بھی مکر وفریب مت کرو اس لیے کہ ایسا مکر وفریب اپنے کرنے والے پر لوٹ آتا ہے۔ اہلِ ایمان کے ساتھ دھوکا نہ کرو۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے کسی صاحبِ ایمان کو دھوکا دیا اور اہلِ ایمان اس سے بری الذّمہ ہو گئے۔

کسی مسلمان کے ساتھ چال نہ کھیلو کہ اللہ تمہارے دل میں نفاق پیدا کر دے گا۔ نہ کسی سے حسد کرو اور نہ کسی کی غیبت کرو ورنہ تمہاری ساری نیکیاں اکارت جائیں گی۔

اپنی دنیا آخرت کے بدلے میں بیچ دو، دنیا اور آخرت دونوں جگہ فائدے میں رہو گے اور دنیا کے بدلے میں آخرت کو نہ بیچو، دونوں جہان میں خسارے میں رہو گے۔

Marfat.com

۱۱

امامِ حدیثِ رسولؐ

Marfat.com

ہارون الرشید نے ان سے پوچھا مصر کی خوشحالی
اور فارغ البالی کا دارومدار کس چیز پر ہے؟ فرمایا:
"دریائے نیل کے جاری رہنے اور حکام مصر کے
صلاح و تقویٰ پر"

Marfat.com

یہ کون ہے جس کی آمد آمد پر مصر میں دھوم مچ گئی ہے۔ اس کے اعزاز میں محفلیں منعقد ہونے لگی ہیں۔ اپنے وقت کا معروف شاعر عمّار بن منصور ہے۔ لوگوں نے اس کے کلام کی شہرت سن رکھی ہے اور اب اس کو اپنی زبان سے سننا چاہتے ہیں۔ یہ وہ دور ہے جب شاعر کی معراج خلیفۂ وقت اور امراء و حکام کی مدح سرائی قرار پا چکی ہے۔ شعراء خوشامد اور تملق پیشگی سے اپنی زبان کو آلودہ کرتے، اپنے ممدوح کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے اور داد و دہش سے دامن بھرتے ہیں۔ خلفاء اور امراء کی بارگاہ سے وابستگی کو مایۂ فخر سمجھا جاتا ہے۔ ان کی شان میں کہے ہوئے شعر پڑھے لکھے طبقے میں پھیلتے ہیں اور ان کے ذریعے عوام النّاس میں۔ اس طرح پورا معاشرہ سیرت و کردار کو تباہ کر دینے والے اس زہر سے متاثر ہو جاتا ہے۔ قصیدہ سرائی کی یہ وبا محض علمی اور شعر و سخن کی محفلوں تک محدود نہیں رہی بلکہ مسجدیں تک اس کی زد میں آ چکی ہیں۔ قصیدہ گو اور بھاٹ منبرِ رسول پر کھڑے ہو جاتے اور اپنی یاوہ گوئی سے مسجد کی مقدّس فضاء کو مکدّر اور ناپاک کرتے ہیں۔ کوئی انہیں ٹوکنے کی جرآت نہیں کر سکتا۔

منادی کی ندا بلند ہو رہی ہے۔ وہ گلی کوچوں میں ڈونڈی پیٹتا پھر رہا ہے۔ عمّار بن منصور جامع مسجد میں اپنا کلام سنائے گا۔ ایک دنیا ٹوٹ پڑتی ہے۔ عمّار خلیفۂ وقت کی مدح میں ایک طویل قصیدہ پڑھتا ہے۔ لوگ جی بھر کر داد و تحسین کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

Marfat.com

آخر محفل ختم ہوتی ہے شعر وسخن کے قدردان اسے گھیر لیتے ہیں اور عقیدت کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ اتنے میں دو آدمی آکر کہتے ہیں آپ کو امام لیث بن سعدؒ یاد فرماتے ہیں۔

عمّار ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو وہ پوچھتے ہیں تم مسجد میں کیا پڑھ رہے تھے۔

اپنے ملک کا امام اس کا کلام سننے کی فرمائش کر رہا ہے اس سے بڑھ کر مقامِ مسرت اور کیا ہو سکتا ہے، عمّار بڑے فخر و انبساط کے ساتھ قصیدہ دہراتا ہے۔ امام اس کا کلام سُن رہے ہیں۔ ان کے چہرے پر انقباض کے آثار صاف ہویدا ہیں، لیکن عمّار اپنی دنیا میں گُم ہے۔ قصیدہ سنا کر ان کی طرف نگاہ کرتا اور دم بخود رہ جاتا ہے۔ اُن کا چہرہ گہرے غم و افسوس میں ڈوبا ہوا ہے اور ان پر رقّت سی طاری ہے۔ لیث کچھ دیر کے بعد سنبھلتے ہیں۔ دیناروں سے بھری ہوئی ایک تھیلی اُسے دے کر کہتے ہیں: عمّار اپنے کلام کو سلاطین کے دربار سے بچاؤ۔ سلاطین ہی پر کیا موقوف ہے کسی انسان کی مدح سرائی مت کرو۔ ساری حمد وثنا اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے بس اسی کی حمد وثنا تمہارے لیے کافی ہے اللہ نے چاہا تو میں ہر سال تمہیں اتنی ہی رقم بھیجتا رہوں گا۔

عمّار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ وہ عہد کرتا ہے کہ آئندہ وہ کسی کی مدح سرائی سے اپنی زبان آلودہ نہیں کرے گا۔ امام لیث بھی جب تک زندہ رہتے ہیں اپنے وعدے کو نبھاتے ہیں۔

(۲)

یہ ہیں چمنِ رسولؐ کے خوشہ چین، لیث بن سعد مصر کے امام اور محدّث، جن کی عظمت

ا۔ پیدائش ۹۴ھ وفات ۱۷۵ھ

Marfat.com

کا سکہ لاکھوں دلوں پر رواں ہے، جن کے آگے بڑے بڑے ائمہ نے زانوئے ادب تہہ کیا، جن کے علم و فضل کا اعتراف اپنے عہد کے ممتاز علماء اور حدیث و فقہ کے مشائخ کرتے ہیں اور جو ان عظیم محدثین میں سے ایک ہیں جن کی وساطت سے احادیثِ رسولؐ قیامت تک آنے والی نسلوں تک پہنچیں گی، جن کی صدق شعاری اور فکر و نظر کی پاکیزگی اور اہلِ اقتدار سے بے نیازی ان لوگوں کی افترا پردازی کا خود جواب ہوگی جو یہ کہیں گے کہ محدثین نے اقتدار کی خوشنودی کے لیے احادیث وضع کی تھیں۔

یحییٰ بن سعید امام لیث کے شیوخ میں سے ہیں وہ کہا کرتے تھے لیث امامِ وقت ہیں جن کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں۔ امام شافعی ان کے ہم عصر ہیں، مگر ان سے استفادہ نہیں کر سکے اس کا انہیں زندگی بھر افسوس رہتا ہے۔ فرماتے ہیں: "مجھے لیث بن سعد اور ابن ابی ذہیب کے علاوہ کسی سے نہ ملنے کا افسوس نہیں۔"

جلیل القدر محدّث عبداللہ ابن وہب فرمایا کرتے ہیں: اگر لیث اور امام مالک نہ ہوتے تو میں راہ راست سے بھٹک جاتا۔

لیث عراق تشریف لے جاتے ہیں، تو خلیفہ مہدی اپنے وزیر یعقوب بن داؤد سے کہتا ہے: "یہ اپنے وقت کے شیخ ہیں ان سے بڑا آج کوئی عالم نہیں ان کی صحبت اختیار کرو۔"

حدیث کے راویوں کو پرکھنے کے لیے جرح و تعدیل کے ائمہ نے نہایت کڑی کسوٹی مقرر کی ہے۔ لیث بن سعد اس کسوٹی پر ہر لحاظ سے پورا اترتے ہیں۔ امام یحییٰ بن معینؒ انہیں نہایت ثقہ، صالح اور قابلِ اعتماد قرار دیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ صحتِ حدیث اور حفظ و اتقان میں مصر بھر میں لیث کا کوئی ثانی نہیں۔

Marfat.com

قوتِ حافظہ میں تمام بڑے بڑے محدثین کی طرح ممتاز ہیں۔ ان کے سینے میں احادیث کا بھاری ذخیرہ محفوظ ہے جنہیں بیان کرتے وقت ان کا حافظہ ذرا بھی غلطی نہیں کرتا۔ اپنے شیخ نافع کا جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے تربیت یافتہ اور غلام تھے، مرتب کردہ احادیث کا ایک مجموعہ ان کے پاس محفوظ ہے۔ علاوہ بریں خود بھی انہوں نے مجموعے مرتب فرمائے ہیں۔ ایک بار شاگردوں دریافت کرتے ہیں آپ بسا اوقات ایسی روایات بھی بیان کر دیتے ہیں جو آپ کے مرتب کردہ مجموعوں میں نہیں ملتیں۔ فرمایا میرے سینے میں جو ذخائر موجود ہیں اگر ان سب کو کاغذ پر منتقل کر دوں، تو ایک سواری کا بوجھ بن جائے۔ بایں ہمہ روایتِ حدیث میں بڑے محتاط ہیں۔ احتیاط کا یہ عالم ہے کہ اپنے شیوخ تک کی روایت میں اگر کوئی خامی پاتے ہیں، تو اسے روایت نہیں کرتے۔ ان کے ایک شیخ ابوزبیر ہیں جن کا شمار مشائخِ حدیث میں ہوتا ہے وہ بعض اوقات بیچ کے راوی کا تذکرہ نہیں کرتے اور اوپر کے راوی سے حدیث روایت کر دیتے ہیں، اس طرح اسنادِ حدیث سے ناواقف شخص سمجھتا ہے کہ وہ اس شخص سے براہ راست حدیث روایت کر رہے ہیں۔ فنِ حدیث میں اسے تدلیس کہتے ہیں۔ لیث ایسی روایات بیان نہیں کرتے۔

لیث جتنے بڑے محدث ہیں اتنے ہی عظیم فقیہ اور مجتہد بھی ہیں۔ عبداللہ بن دہب امام مالک کے شاگردِ خاص ہیں۔ وہ لیث کو امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ اور اجتہاد سے بہرہ ور قرار دیتے ہیں۔ اپنے علم و فضل، فکر و نظر، تفقہ اور مجتہدانہ بصیرت کے طفیل بالکل نوجوانی کے عالم میں اہلِ علم کا مرکزِ توجہ بن گئے اور اب پچاس ساٹھ برس سے تعلیم و ارشاد کا سلسلہ جاری ہے۔ اس عرصے میں ہزاروں افراد نے اکتساب فیض کیا۔

امام لیث کی سیرت و کردار چاند کی کرنوں سے زیادہ اجلی اور فولاد سے زیادہ مضبوط

Marfat.com

ہے۔ اسلامی زندگی کا ایک چلتا پھرتا نمونہ ہیں۔ اخلاقی اعتبار سے ہمہ گیر شخصیت ہیں۔ جن احادیث کی روایت کرتے ہیں ان پر خود بھی عمل پیرا ہوتے ہیں۔ لیث بڑی جائداد کے مالک ہیں، جو انہیں ورثے میں ملی ہے۔ صرف غلّے کی پیداوار سے چالیس، پچاس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی ہے۔ علاوہ بریں تجارت بھی کرتے ہیں۔ اس طرح کل آمدنی ستّر اسّی ہزار سالانہ ہے، لیکن انہوں نے روپے پیسے کو کبھی سینت کر نہیں رکھا بلکہ ساری دولت اہلِ علم، طلبار، مستحقین اور حاجت مندوں پر خرچ کرتے رہتے ہیں اور اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ زکوٰۃ دینے کی نوبت آج تک نہیں آئی بلکہ بعض اوقات اپنی ضرورت کے لیے قرض لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ امام مالک کو سو دینار سالانہ بھیجتے ہیں۔ ایک مرتبہ امام مالک پر قرض ہو گیا تو پانچ سو دینار بھجوائے۔ ایک مرتبہ امام مالک نے بچّوں کے کپڑے رنگنے کے لیے عُصفر منگوائی۔ یہ زرد رنگ کی گھاس ہے جو صرف مصر ہی میں پیدا ہوتی ہے۔ لیث نے اتنی مقدار میں بھیجی کہ امام مالک کے گھر والوں نے خود بھی استعمال کی، اڑوس پڑوس کے گھروں میں بھی تقسیم کی پھر بھی اس قدر بچ گئی کہ ایک ہزار دینار میں اسے فروخت کیا۔

ایک مرتبہ ایک عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے بیمار شوہر کے لیے پیالہ بھر شہد مانگا۔ امام لیث نے اپنے مختار کو کہلوایا کہ اس عورت کو ایک مطر (ایک من بارہ سیر) شہد دے دو۔ مختار نے اتنی مقدار میں شہد دینے پر اعتراض کیا، تو فرمایا: اس خاتون نے اپنے ظرف کے مطابق مانگا تھا ہم اسے اپنے ظرف کے بقدر دیں گے۔

دل کے دریا ہونے کے ساتھ ساتھ مہمان نواز ہیں۔ تنہا کھانا شاذ و نادر ہی کھاتے ہیں۔ مہمان کی خاطر داری اپنے اہل و عیال سے بڑھ کر کرتے ہیں، جانے کی اجازت چاہتا

Marfat.com

ہے تو زادِ راہ دے کر رخصت کرتے ہیں۔ حضر میں ہوں یا سفر میں ان کا لنگر خانہ جاری رہتا ہے تاہم خود اپنی زندگی نہایت سادہ ہے۔ محمدؒ بن معاویہ کا بیان ہے کہ لیث ایک بار اپنے گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے تو میں نے ان کی سواری اور سامان وغیرہ کا اندازہ کیا۔ سب کی قیمت اٹھارہ بیس درہم سے زیادہ نہ تھی۔

(۳)

لیث ان لوگوں میں سے ہیں جو بعض دوسرے محدثین اور مشائخ کے برعکس اربابِ اقتدار کے ساتھ راہ و رسم رکھتے ہیں، لیکن اس راہ و رسم سے کبھی ذاتی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ خلیفہ منصور کی دلی خواہش تھی کہ لیث کوئی منصب سنبھال لیں۔ ایک بار وزارتِ عظمیٰ اور مصر کی گورنری کی پیش کش کی، مگر انہوں نے معذرت کر دی کہ میں کمزور آدمی ہوں اس بارِ امانت کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہر چند منصور نے اصرار کیا کہ میرے ہوتے ہوئے آپ کمزور کیوں ہوں گے لیکن لیث اپنے انکار پر قائم رہے۔

عوام اور حکومت دونوں حلقے ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ حکمران طبقہ ان کی بات مانتا ہے۔ اپنے اس اثر و رسوخ سے ہمیشہ حق کے مفاد میں کام لیتے ہیں۔ وہ جب بھی ان سے مشورہ طلب کرتے ہیں لگی لپٹی رکھے بغیر حق بات کہہ دیتے ہیں۔ ایک بار ہارون الرشید سے ملنے گئے۔ اُس نے پوچھا مصر کی خوشحالی اور فارغ البالی کا دارومدار کس چیز پر ہے؟ بڑی صاف گوئی سے کہا: "دریائے نیل کے جاری رہنے اور مصری حکام کے صلاح و تقویٰ پر۔"

Marfat.com

۱۲

شاہِ بے کُلاہ

Marfat.com

میں نے صحابہ کے حالات پر غور کیا، تو صحبتِ نبوی
کے علاوہ کسی اور چیز میں ابنِ مبارک کو ان سے
کم تر نہیں پایا۔

(سفیان بن عُیینہؒ)

Marfat.com

رقّہ میں خبر پہنچتی ہے کہ عبداللہ بن مبارک[1] تشریف لا رہے ہیں، تو ارادت مند ہزاروں کی تعداد میں ان کا استقبال کرنے کے لیے امڈ پڑتے ہیں۔ ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ابنِ مبارک کو آج تک نہیں دیکھا، لیکن ان کی علمی عظمت، تفقہ، حق گوئی اور حق پرستی کا شہرہ بلادِ اسلامیہ میں اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ ایک دنیا اُن کی آن دیکھے گرویدہ اور عقیدتمند ہے۔ شہر سے باہر ان کا زبردست استقبال ہوتا ہے۔ ہجوم کی کثرت سے فضا میں گرد و غبار چھا جاتا ہے۔ لوگ ان سے مصافحہ کے لیے ایک دوسرے پر لوٹے پڑتے ہیں۔ آج کل خلیفہ ہارون الرشید بھی رقّہ میں فروکش ہے۔ اس کی ایک باندی محل کے برج سے یہ منظر دیکھ رہی ہے۔ خدام سے پوچھتی ہے: "یہ کیا معاملہ ہے؟"

"خراسان کے ایک عالم عبداللہ بن مبارک رقّہ آ رہے ہیں۔" خدام جواب دیتے ہیں۔

وہ بے ساختہ بول اُٹھتی ہے: "بخدا بادشاہ تو یہ ہیں، بھلا ہارون کیا بادشاہ ہے جو پولیس اور سپاہیوں کے بغیر لوگوں کو جمع کر ہی نہیں سکتا۔"

ہارون الرشید، عبداللہ ابن مبارک سے ملاقات کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ باڈی گارڈ کا افسر ابراہیم بن نوح موصلی دست بستہ عرض کرتا ہے: امیر المومنین! ابنِ مبارک

---

[1] پیدائش ۱۱۸ھ وفات ۱۸۱ھ

Marfat.com

خراسان کے رہنے والے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہیں وہ آپ سے ایسی باتیں نہ کریں جو ناگوارِ خاطر ہوں اور آپ انہیں قتل کرا دیں۔ خدانخواستہ ایسا ہوا تو میں اپنی ہلاکت بھی مول لوں گا اور عبداللہ ابن مبارک اور امیرالمومنین کی ہلاکت کا باعث بھی بنوں گا۔"

ہارون خاموش ہو جاتا ہے۔ چند روز بعد یہ خواہش پھر اس کے دل میں کلبلاتی ہے۔

"امیرالمومنین! ابنِ مبارک بڑے تند مزاج اور بے پروا آدمی ہیں۔" ابراہیم دوبارہ ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہارون پھر خاموش ہو رہتا ہے۔

تین دن کے بعد عبداللہ ابنِ مبارک خود تشریف لے آتے ہیں۔ جو لوگ ابنِ مبارک کی بے نیازی اور حکمرانوں سے اجتناب سے واقف ہیں، وہ انگشت بدنداں ہیں۔ آخر ایک درباری پوچھ ہی لیتا ہے: "آپ پہلے تو ہارون کی ملاقات سے گریز کرتے تھے اب کیسے آ گئے ہیں؟"

"میں اپنے دل کو موت پر راضی کرنا چاہتا تھا، مگر وہ مانتا نہیں تھا۔ اب وہ مرنے پر رضامند ہو گیا ہے، چنانچہ میں ہارون کے پاس چلا آیا ہوں۔"

۲

عبداللہ ابنِ مبارک نسباً غلام ہیں۔ ان کے والد مبارک غلام تھے۔ بڑے ہی دیانتدار اور حق شناس۔ آقا ان کی دیانتداری سے بے حد متاثر تھا اور بہت احترام کرتا تھا۔ اس کی ایک جوان لڑکی تھی جس کی شادی کے ہر طرف سے پیغام آ رہے تھے، لیکن وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کس کا پیغام قبول کرے۔ ایک روز اس نے مبارک سے مشورہ کیا:

"مبارک میں اس لڑکی کی شادی کہاں اور کس سے کروں؟"

Marfat.com

انہوں نے کہا: "عہدِ جاہلیت میں لوگ حسب نسب تلاش کرتے تھے، یہودیوں کو مالدار کی جستجو ہوتی تھی اور عیسائی حُسن و جمال کو ترجیح دیتے تھے، لیکن امتِ محمدیہ کے نزدیک تو معیار بس دین اور تقویٰ ہے۔ آپ جس چیز کو چاہیں ترجیح دیں۔"

مبارک کا یہ ایمان افروز اور دانشمندانہ مشورہ آقا کے دل میں گھر کر گیا۔ اُس نے فوراً فیصلہ کر لیا۔ بیوی کے پاس آیا اور کہا: "ہم لڑکی کا بَر تلاش کر رہے ہیں، میرے نزدیک تو مبارک سے بہتر کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ دیندار، متقی اور دیانتدار۔"

وہ نیک بخت خاتون بھی مبارک کے اخلاق و کردار سے بہت متاثر تھی، چنانچہ اُسے یہ رائے بہت پسند آئی۔ مبارک کی شادی آقا کی لڑکی سے ہو گئی۔

عبداللہ انہی مبارک اور اس باسعادت لڑکی کے صاحبزادے ہیں۔ بوقلموں شخصیت کے مالک ہیں۔ محدّث اور فقیہہ، ورع و تقویٰ کے پیکر، علم و فضل کے امام، سجّادے پر راہب نظر آتے ہیں اور جنگ کا موقع آتا ہے، تو شہسوار ثابت ہوتے ہیں، ان کی زندگی کا ہر پہلو دل و نگاہ کا دامن کھینچ لیتا ہے۔

ایک مرتبہ اپنے وطن مرو سے شام جاتے ہیں۔ وہاں کسی شخص سے قلم مستعار لیتے ہیں، لیکن واپس کرنا بھول جاتے ہیں۔ مرو پہنچ کر قلم پر نظر پڑتی ہے۔ فوراً اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ دوبارہ شام پہنچتے ہیں، صاحبِ قلم سے معذرت کرتے ہیں اور واپس کر کے مرو تشریف لاتے ہیں۔

شاید آج کسی کو اس واقعہ میں کوئی ندرت نظر نہ آئے، لیکن عبداللہ ابن مبارک کی اخلاقی عظمت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ مرو، شام سے سینکڑوں میل دُور ہے، زمانہ اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کی سواری کا ہے اور کالے کوسوں کی منزلیں بڑی صعوبتوں

Marfat.com

کا سامنا کرتے ہوئے مہینوں اور سالوں میں طے ہو پاتی ہیں۔

عبداللہ ابنِ مبارک تجارت کرتے ہیں۔ ان کا تجارتی کاروبار بہت وسیع ہے، لیکن حصولِ زر یا دنیا طلبی کے لیے نہیں، بلکہ اللہ کے بندوں کی مدد اور ان کے حقوق ادا کرنے کے لیے۔ ایک لاکھ درہم سالانہ فقرا پر اور اس سے کہیں زیادہ رقم وہ علما اور طلبا پر صرف کرتے ہیں۔

ان کی سخاوت اور دریا دلی اہلِ علم ہی تک محدود نہیں بلکہ ہر خاص و عام فائدہ اٹھاتا ہے۔ لوگوں کو ان کی طلب اور توقع سے زیادہ دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ خبر ملتی ہے کہ ایک شخص سات سو درہم کا مقروض ہے۔ اپنے منشی کو لکھتے ہیں فلاں شخص کو سات ہزار درہم دے دیئے جائیں۔ مقروض تحریر لے کر منشی کے پاس پہنچتا ہے۔ وہ خط پڑھ کر اُس سے پوچھتا ہے تمہیں کتنی رقم چاہیئے۔ وہ کہتا ہے: میں سات سو درہم کا مقروض ہوں اور اسی رقم کے لیے لوگوں نے عبداللہ ابنِ مبارک سے سفارش کی ہے۔ منشی کہتا ہے: ٹھہرو، تحریر میں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے، میں ابنِ مبارک سے پتہ کر لوں چنانچہ وہ ابنِ مبارک کو رقعہ لکھتا ہے کہ خط لانے والا تو سات سو درہم کا طالب ہے اور آپ نے سات ہزار دینے کی ہدایت کی ہے، کہیں قلم کی چُوک تو نہیں ہو گئی؟

ابنِ مبارک جواب میں لکھتے ہیں: "میرا خط ملتے ہی اس شخص کو چودہ ہزار درہم دے دو۔"

منشی پھر لکھتا ہے: "اگر آپ اپنی دولت لٹاتے رہے، تو جلد ہی سارا سرمایہ ختم ہو جائے گا۔"

ابنِ مبارک ڈانٹ کر لکھتے ہیں: "اگر تم میرے ماتحت اور مامور ہو تو میرا حکم بجالاؤ

Marfat.com

اور اگر مجھے اپنا مامور سمجھتے ہو تو پھر میری جگہ پر آکر بیٹھ جاؤ۔ پھر مجھے جو حکم دو گے میں اس پر عمل کروں گا۔ میرے سامنے مادّی دولت وثروت سے زیادہ قیمتی سرمایہ آخرت کا ثواب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو اچانک اور غیر متوقع طور پر خوش کر دے گا، اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا۔ اُس نے مجھ سے سات سو درہم طلب کیے تھے، میں نے سوچا اسے سات ہزار ملیں گے، تو غیر متوقع طور پر اتنی رقم پاکر بہت خوش ہوگا اور فرمانِ نبوی کے مطابق مجھے اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ اب چونکہ اسے پتہ چل گیا ہے کہ اسے سات ہزار درہم ملیں گے، اس لیے کوئی غیر متوقع بات نہیں رہی جس سے یہ خوش ہو، لہٰذا اسے چودہ ہزار درہم دیے جائیں۔"

(۳)

عبداللہ ابنِ مبارک ان علمار اور صلحائے اُمت میں سے ہیں جو سلاطین اور امرار سے خود بھی کوئی واسطہ نہیں رکھتے اور دوسروں کو بھی اس سے منع کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک علمار و صلحار کا مقام یہ نہیں کہ وہ قصرِ سلطانی کا طواف کرتے ہوئے زندگی گزار دیں۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ دین کو سلاطین اور بادشاہوں کا آلۂ کار بنادیں اور ان کے دباؤ سے یا تملق پیشگی کے طور پر گناہ کو صواب، حرام کو حلال اور باطل کو حق قرار دیں، چنانچہ خدا ترس علمائے حق کی بھاری اکثریت اربابِ اقتدار سے ہمیشہ دامن کش اور گریزاں رہی ہے۔ ابنِ مبارک کا طرزِ عمل بھی یہی ہے۔ وہ سلاطین و امرار کے ساتھ ربط و ضبط اور مصاحبت کو دین فروشی سے تعبیر کرتے ہیں اور دنیا پرست علمار اور فقہار پر سخت تنقید کرتے ہیں۔ ایک روز خبر ملتی ہے کہ ان کے دوست اور ساتھی ابنِ عُلَیہ، سلاطین و امرار کے

Marfat.com

ہاں حاضری دینے لگے ہیں اور صدقات وصول کرنے کے انچارج بنا دیے گئے ہیں۔ ابنِ علیہ اپنے وقت کے ممتاز محدّث اور امام ہیں عبداللہ ابنِ مبارک کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ خاصے دنوں بعد وہ اِن کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو ان سے کلام تک نہیں کرتے۔ ابنِ علیہ بہت پریشان ہوتے ہیں، مگر مجلس میں کچھ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ گھر پہنچ کر بڑے اضطراب کے عالم میں خط لکھتے ہیں:

"اے میرے سردار، میری آنکھوں کے نور، میرے محترم استاد! میں آپ کا عرصۂ دراز سے احسان مند ہوں، آپ کے جو احسانات مجھ پر ہیں، انہیں اپنے اور اپنے متعلقین کے حق میں برکت شمار کرتا ہوں، لیکن نہ جانے آپ کیوں مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں، میں آپ کے درِ دولت پر حاضر ہوا، لیکن آپ نے میری طرف نگاہِ التفات تک نہ کی۔ مجھے اب تک پتہ نہیں چل سکا کہ مجھ سے کون سی غلطی ایسی سرزد ہو گئی جس کی پاداش میں آپ نے مجھے اپنی کرم نوازیوں سے محروم کر دیا ہے۔"

خط کا ایک ایک فقرہ بڑا پر اثر ہے، مگر عبداللہ ابنِ مبارک ذرا متاثر نہیں ہوتے۔ چند اشعار جواب میں لکھ بھیجتے ہیں:

اے علم کو ایسا باز بنانے والے
جو غریبوں کا مال سمیٹ کر لے جاتا ہے
تو نے دنیا اور اُس کی لذتوں کی خاطر
دین کو مٹا دینے والی تدبیر کی ہے
تم خود مجنوں ہو گئے
حالانکہ سودائیوں کا علاج کیا کرتے تھے

Marfat.com

وہ تمام حدیثیں کیا ہوئیں
جن کی روایت ابنِ عون اور ابنِ سیرین آپ سے کہا کرتے تھے
وہ احادیث کہاں گئیں
جن میں سلاطین سے ربط ضبط رکھنے کی وعید آئی ہے
تم کہو گے مجھے مجبور کر دیا گیا تھا۔ مگر کیوں؟
ہاں کتابوں سے لدا ہوا چارپایہ ایسی ہی ذلت سے ہم کنار ہوتا ہے۔

(ترجمہ)

ابن علیہ اشعار پڑھتے ہیں، تو ان کی چیخیں نکل جاتی ہیں اور اسی وقت اپنے عہدے سے استعفا لکھ دیتے ہیں۔

عبداللہ ابنِ مبارک زہد و ورع کے پیکر ہیں۔ راتیں عبادت میں کٹتی ہیں اور دن خلقِ خدا کی خدمت اور درس و تدریس میں۔ آخرت کی بازپرس کے خوف سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ انہوں نے زہد و ورع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ طلبہ کے سامنے جب اسے پڑھتے ہیں تو اس طرح رقت طاری ہو جاتی ہے کہ بول نہیں سکتے۔ ایک بار شام جا رہے تھے۔ رات ایک سرائے میں قیام ہوا۔ سب لوگ کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک چراغ بجھ گیا۔ ایک آدمی چراغ جلانے کے لیے اٹھا۔ روشنی پھیلی تو لوگوں نے دیکھا، عبداللہ ابن مبارک کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ قاسم بن محمدؒ جو اس سفر میں ان کیساتھ تھے کہتے ہیں: میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ ابنِ مبارک کو اتنا فضل و شرف اور قبولِ عام کس بنا پر حاصل ہوا۔ ہم بھی انہی کی طرح نماز پڑھتے ہیں، روزے بھی ہم ان سے کم نہیں رکھتے، وہ حج کرتے ہیں تو ہم بھی حج کرتے ہیں، جہاد میں شرکت کے شرف میں بھی

Marfat.com

ہم ان سے پیچھے نہیں۔ اُس روز مجھے معلوم ہوا کہ ابنِ مبارک کے فضل و شرف اور مقبولیت کا راز ان کی خشیتِ الٰہی میں پنہاں ہے۔ چراغ گل ہونے پر اندھیرا ہوگیا۔ ہم سب لوگوں پر گھبراہٹ طاری ہوگئی، وہ بھی گھبرائے مگر معاً خیال آگیا ہم دنیا کے اندھیرے سے کتنا خوف کھاتے اور کس قدر مضطرب ہوجاتے ہیں، پھر قبر میں اور قیامت کے روز ہمارا کیا حال ہوگا جب انسان کو تہ در تہ تاریکیاں آلیں گی۔ یہاں تو ہم چراغ جلاکر روشنی کر لیتے ہیں، لیکن وہاں صرف حسنِ عمل کا چراغ کام دے گا اور وہ کسی خوش بخت انسان ہی کے پاس ہوگا۔ بس اس خیال سے ان پر رقت طاری ہوگئی۔

ابن مبارک کے زہد و تقویٰ کا اندازہ اُن کے اس معیار سے کیا جاسکتا ہے جو تقویٰ کے سلسلے میں پیش کیا کرتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے: "آدمی سو باتوں میں تقویٰ اور خوفِ خدا اختیار کرتا ہے اور ایک بات میں نہیں، تو اُسے متقی نہیں کہا جاسکتا۔" ابنِ مبارک ادب اور حسنِ معاشرت کا نمونہ تھے فرماتے ہیں: "ادب اور حسنِ معاشرت دین کے دو حصے ہیں۔"

طبیعت میں حد درجہ انکسار اور خاکساری ہے۔ رفتار گفتار، نشست و برخاست اور لباس کسی چیز سے اپنی امتیازی حیثیت کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مرو میں ان کا اچھا خاصا کشادہ مکان تھا جہاں عقیدت مندوں کا ہجوم رہا کرتا تھا، مگر آپ کو یہ ہجوم خلائق اور اظہارِ عقیدت مندی پسند نہ تھا، چنانچہ مرو چھوڑ کر کوفہ چلے آئے اور ایک تنگ و تاریک مکان میں رہنے لگے۔ لوگوں نے دریافت کیا اتنا کشادہ مکان چھوڑ کر اس تنگ سے مکان میں رہنے سے آپ کو وحشت نہیں ہوتی؟ فرمایا: "جس بات کو تم پسند کرتے ہو (یعنی عقیدت مندوں کا ہجوم)، میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ اسی ہجوم سے بچنے کیلئے

Marfat.com

میں نے مرو چھوڑ دیا۔ اب تم چاہتے ہو یہاں بھی میں اس ہجوم میں گھر کر رہ جاؤں۔ تمہیں گمنامی کی زندگی ناپسند ہے، مگر مجھے تو یہی زندگی محبوب ہے۔"

انہوں نے سال کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصے میں تجارت کرتے ہیں، دوسرے میں درس و تدریس کا کام انجام دیتے اور تیسرا حصہ جہاد اور سفرِ حج کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

(۴)

ابنِ مبارک کی مجلسِ علم جمی ہوئی ہے۔ آئیے ہم بھی اس گلستان سے کچھ لالہ و یاسمن اپنے دامن میں بھر لیں:

گم نامی کو پسند کرو اور شہرت سے دور رہو، مگر یہ ظاہر نہ کرو کہ تم گم نامی پسند کرتے ہو کہ اس سے بھی نفس میں غرور پیدا ہو گا۔

کوئی شخص عالم نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں خوفِ خدا اور دنیا سے بے رغبتی نہ ہو۔

تواضع یہ ہے کہ آدمی اغنیا کے مقابلے میں خوددار رہے۔

بہت سے چھوٹے اعمال ہیں جو حسنِ نیت کی وجہ سے بڑے ہو جاتے ہیں اور بہت سے بڑے اعمال ہیں جو سوئے نیت کی بدولت بے مایہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ علم کے لیے سب سے پہلے نیت اور ارادہ، پھر فہم، پھر حفظ اور پھر اس کی ترویج و اشاعت کی ضرورت ہے۔

خواص کے بگاڑ سے عام بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ امتِ محمدیہ کے پانچ طبقے ہیں جب

Marfat.com

ان میں فساد اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے، تو سارا معاشرہ بگڑ جاتا ہے۔

۱۔ علماء۔ یہ انبیاء کے وارث ہیں، مگر جب یہ دنیا کی حرص و طمع میں پڑ جائیں، تو پھر کسے کوئی رہنما بنائے؟

۲۔ تجار۔ یہ اللہ کے امین ہیں، لیکن اگر یہ خیانت پہ اُتر آئیں، تو پھر کسے امین سمجھا جائے؟

۳۔ مجاہدین۔ یہ اللہ کے مہمان ہیں جب یہی مالِ غنیمت کی چوری شروع کر دیں تو پھر دشمن پہ فتح کس کے ذریعے حاصل کی جائے؟

۴۔ زہاد۔ یہ زمین کے اصل بادشاہ ہیں، یہ لوگ بُرے ہو جائیں تو پھر کس کی پیروی کی جائے؟

۵۔ حکام۔ یہ مخلوق کے نگران ہیں، جب یہ گلہ بان ہی بھیڑیئے بن جائیں، تو گلہ کس طرح محفوظ رہے؟

Marfat.com

١٣

عبّاسی مملکت کا چیف جسٹس

Marfat.com

بارِ الٰہا! تُو جانتا ہے میں نے تیرے بندوں کے درمیان
کوئی فیصلہ کرتے وقت خود رائی سے کام نہیں لیا اور نہ کوئی
خلافِ واقعہ فیصلہ کیا۔ میری ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ جو
فیصلہ ہو وہ تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنّت کے
موافق ہو..... اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ پاکدامن
رہا اور کبھی ایک درہم جان بوجھ کر حرام کا نہیں کھایا۔

Marfat.com

عباسی خلیفہ ہارون الرشید خطبۂ جمعہ دے رہا ہے۔ لوگ ہمہ تن گوش ہیں۔ ایک شخص کھڑا ہو کر چلاّتا ہے:

"خدا کی قسم! تم نے نہ تو اموال برابر تقسیم کیے، نہ عدل و انصاف سے کام لیا، تمہارا دامن برائیوں سے داغ داغ ہے۔"

ہارون غصّے سے آگ بگولا ہو جاتا ہے، سب لوگ تھرّا اٹھتے ہیں: "اُسے گرفتار کر لو۔" وہ محافظ دستے کے کمانڈر کو حکم دیتا ہے۔ حکم کی فوراً تعمیل ہوتی ہے۔ جرم حق گوئی کی پاداش میں مجرم گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

نماز کے بعد مجرم خلیفہ کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ "امام صاحب کو بلا لاؤ۔" ہارون ایک چوبدار سے کہتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مملکتِ عباسیہ کے چیف جسٹس امام ابو یوسفؒ[1] تشریف لے آتے ہیں۔ وہ ایک نظر پورے منظر پر ڈالتے ہیں۔ مجرم دو عقابوں کے درمیان کھڑا ہے۔ اس کے پیچھے دو جلاّد کوڑے لیے حکم کے منتظر ہیں۔ ان کی شعلہ بار نگاہیں پورے دربار پر ہیبت طاری کیے دیتی ہیں۔

"اس شخص نے میرے ساتھ ایسی گستاخی سے باتیں کی ہیں کہ پہلے کسی کو جرأت نہ

---

[1] پیدائش ۱۱۳ھ وفات ۱۸۲ھ

Marfat.com

ہوئی تھی"۔ ہارون امام ابو یوسف سے کہتا ہے: "اس گستاخ کی کیا سزا ہو سکتی ہے؟"

امام سارا قصہ سنتے ہیں اور پھر بڑی دھیمی آواز میں کہتے ہیں:

"امیر المومنین! ایک بار رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ ایک بدّو اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: "یہ تقسیم مرضیٔ الٰہی کے خلاف ہوئی ہے۔ آپ نے عدل سے کام نہیں لیا۔" امیر المومنین، یہ بڑی ہی سخت بات تھی، لیکن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہنے والے کو معاف کر دیا۔ بس اتنا فرمایا: "اگر میں عدل نہیں کروں گا، تو اور کون کرے گا۔"

"امیر المومنین! ایک مرتبہ حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری نے حضورؐ کے سامنے کوئی معاملہ پیش کیا۔ حضورؐ نے حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ دیا۔ انصاری نے غصّے میں کہا کہ اپنے پھوپھی زاد بھائی کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے، لیکن حضورؐ نے اس کی گستاخی سے درگزر فرمایا اور کوئی باز پرس نہ کی۔"

امام ابو یوسف اسوۂ نبی کا ذکر کر رہے ہیں اور ہارون کا رنگ بدلتا جا رہا ہے۔ رفتہ رفتہ اُس کا غصّہ سرد ہو جاتا ہے اور وہ اس شخص کو رہا کرنے کا حکم دے دیتا ہے۔ چیف جسٹس امام ابو یوسف کی جرأت نے ایک بے گناہ کی جان بچالی ہے۔

ایک اور منظر قابلِ دید ہے۔

عدالتِ عالیہ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ امام ابو یوسف مقدمات فیصل کر رہے ہیں۔ ہارون کا ایک مقدمہ بھی زیرِ سماعت ہے۔ اس کی سماعت شروع ہوتی ہے تو ہارون کا چہیتا وزیر فضل بن ربیع گواہ کی حیثیت سے پیش ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف اُس کی شہادت لینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ فضل کا چہرہ لال بھبوکا ہو جاتا ہے۔ آنکھوں

Marfat.com

سے چنگاریاں جھڑنے لگتی ہیں اور وہ بڑبڑاتا ہوا عدالت سے نکل جاتا ہے۔ سیدھا ہارون کے پاس پہنچتا ہے اور امام کی شکایت کرتا ہے: "ابو یوسف نے میری شہادت مسترد کر کے بھری عدالت میں آپ کی توہین کی ہے۔" ہارون فضل کی باتوں سے بھڑک اٹھتا ہے اور امام ابو یوسف کو طلب کرتا ہے۔ امام عدالت کا کام نپٹا کر حاضر ہوتے ہیں۔ ہارون غصے میں پوچھتا ہے: "آپ نے فضل کی شہادت کس لیے مسترد کر دی؟"

"امیرالمومنین!" امام ابو یوسف کہتے ہیں: "ایک بار میں نے سنا وہ آپ سے کہہ رہا تھا، میں آپ کا غلام ہوں۔ اگر وہ اس قول میں سچا تھا، تو غلام کی گواہی معتبر نہیں اور اگر جھوٹا تھا تب بھی اس کی شہادت قبول نہیں کی جا سکتی۔ جو شخص آپ کی مجلس میں بے باکی سے جھوٹ بولتا ہے وہ میری مجلس میں کیونکر باز رہے گا۔"

امام کے لہجے میں عزم و جرأت بھی ہے اور درد و سوز بھی۔ ہارون الرشید کا غصہ کافور ہو جاتا ہے اور وہ امام کو حاضری کی تکلیف دینے پر معذرت کرتا ہے۔

یہ تو وزیر کی شہادت کا معاملہ ہے۔ امام کی جرأت و حق گوئی کا یہ عالم ہے کہ خلیفہ تک کو انصاف کی کسوٹی پر پرکھے جانے سے مستثنیٰ قرار نہیں دیتے۔ حقدار کو اُس کا حق دلوانے کے لیے انتہائی کد و کاوش سے کام لیتے ہیں۔ وہ مہدی کے زمانے سے جج کے منصب پر فائز چلے آتے ہیں۔ ایک بار خلیفہ ہادی کا تنازعہ ایک عام شہری سے ہو جاتا ہے۔ وجہ نزاع ایک باغ ہے۔ ہادی اسے اپنی ملکیت قرار دیتا ہے اور وہ عام شہری اپنی۔ آخر خلیفہ اس قضیے کو عدالت میں لے جاتا ہے۔ امام ابو یوسف فریقین کے بیانات اور شہادتیں لیتے ہیں۔ شہادتیں ظاہر کرتی ہیں کہ باغ ہادی کا ہے، لیکن امام شہادتوں پر مطمئن نہیں ہوتے بلکہ خفیہ تحقیقات کرتے ہیں۔ انکشاف ہوتا ہے معاملہ برعکس

Marfat.com

ہے۔ باغ فریقِ مخالف کا ہے اور گواہ خلیفہ کے خلاف سچی گواہی دینے کا یارا نہیں رکھتے۔ امام صاحب مقدمے کی سماعت ملتوی کر دیتے ہیں۔ ہادی سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ پوچھتا ہے:

"مقدمے کا کیا فیصلہ کیا؟"

"شہادتیں تو آپ کے حق میں گزری ہیں، مگر مدّعا علیہ نے مطالبہ کیا ہے کہ مدّعی (خلیفہ) سے حلف بھی لیا جائے۔" امام فرماتے ہیں۔

"تو پھر آپ کی کیا رائے ہے، کیا آپ مدّعی کا حلف اٹھانا صحیح سمجھتے ہیں؟"

ہادی دریافت کرتا ہے۔ اُس کے لہجے میں حیرت بھرا تجسس کروٹیں لے رہا ہے۔ حنفی مسلک کے مطابق قسم مدّعی کے ذمّے نہیں مدّعا علیہ کے ذمّے ہے۔ امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ استاد کے مسلک کی پیروی کرتے ہیں، تو ایک حقدار کا حق بے دریغ غصب ہو جاتا ہے۔ اور حق دار کو حق دلانا ایک مسلمان جج کا وہ فرض ہے جس میں ذراسی کوتاہی پر بھی خدا کے ہاں شدید باز پرس ہوگی۔

"قاضی ابن ابی لیلیٰ کی تو یہی رائے ہے۔" امام صاحب جواب دیتے ہیں۔ ہادی سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ پھر سر اٹھا کر کہتا ہے: "اچھا تو باغ مدّعا علیہ کے حوالے کر دیجیے۔"

(۲)

یہ ہیں امام ابو یوسف دورِ عباسیہ کے جلیل القدر اور عظیم ترین جج۔ دیکھنے میں معمولی سے آدمی نظر آتے ہیں۔ نہایت دبلے پتلے پستہ قد، لیکن اس منحنی سے پیکر میں ایک عظیم انسان اور علم و فضل کا پہاڑ پوشیدہ ہے۔ مسندِ درس و قضا پر جلوہ افروز

Marfat.com

ہوتے ہیں، تو یوں لگتا ہے جیسے وہ اپنے گرد و پیش میں ڈوب کر رہ جائیں گے، مگر جب درس دیتے یا مقدمے کی سماعت کرتے اور فیصلے سناتے ہیں، تو ایک دنیا ان کے علم و تفقہ، بصیرت اور جرأت پر "متحیر" ہو جاتی ہے۔ لوگ ان کا جثہ دیکھ کر کہتے ہیں: "اگر اللہ چاہے تو پرندے کے پیٹ میں بھی علم بھر دے۔" ان کی جلالتِ علم کو ان کے بڑے بڑے ہم عصر خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ بیمار پڑ جاتے ہیں۔ ان کے استاد امام ابوحنیفہ عیادت کو جاتے ہیں، باہر نکلتے ہیں تو چہرے پر فکر و اضطراب کی پرچھائیں لیے ہوئے۔ ایک صاحب کہتے ہیں آپ پریشان ہیں۔ امام اعظم فرماتے ہیں: "یہ جوان مرگیا، تو زمین کا سب سے بڑا عالم اٹھ جائے گا۔" اسے ایک مشفق استاد کی اپنے ہونہار اور عزیز ترین شاگرد کے بارے میں مبالغہ آمیز رائے نہ سمجھیے۔ امام مالک، سفیان ثوری، امام اوزاعی، عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، محمد بن اسحاق، یحییٰ بن معین، ان میں سے ہر ایک علم و فضل کا ایسا منوّر چراغ ہے جس سے فیضیاب ہونے کے لیے دنیا پروانوں کی طرح امڈی پڑتی ہے۔ یہ سب حضرات امام ابو یوسف کی علمی عظمتوں کے کھلے دل سے معترف ہیں اور انہیں اپنے سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے۔

عباسی خلفاء خصوصاً ہارون الرشید ان کی بڑی عزت و احترام کرتا ہے، تاہم ہیں تو اُس کے ملازم۔ اور بادشاہوں اور حکمرانوں کی ملازمت کو متّقی اصحابِ علم نے ہمیشہ سخت ناپسند اور حقیر سمجھا ہے، لیکن امام ابو یوسف نے اپنے علم اور اپنی ذات کو ان کے آگے کبھی ذلیل اور رسوا نہ کیا۔ بڑے وقار کے ساتھ خلیفہ سے ملتے ہیں، وہ خود بڑھ کر انہیں سلام کرتا اور اھلاً و سھلاً کہتا ہے۔ بابِ خلافت تک ہی نہیں قصر کے اندر تک، سواری پر بیٹھے ہوئے جاتے ہیں۔ اپنی سرکاری حیثیت سے نہ خود فائدہ اٹھاتے ہیں

Marfat.com

نہ دوسروں کو اٹھانے کی اجازت دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ذمہ داری کا اتنا شدید احساس ہے کہ جونہی ان کے علم میں آتا ہے کہ کسی نے ان کے نام پر کوئی فائدہ حاصل کیا ہے اُس کا فوری نوٹس لیتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کرتا ہے میں نے آپ کی طرف سے خط لکھ کر فلاں شخص سے اتنے روپے حاصل کر لیے تھے اب وہ ان روپوں کا تقاضا کر رہا ہے، میری جان اس سے چھڑائیے۔ امام ابو یوسف حکم دیتے ہیں کہ اس کو قید کر دو اور فرماتے ہیں: "جب تک روپیہ واپس نہ کرو گے، اس وقت تک قید سے رہائی نہیں مل سکتی۔"

وہ شخص اس افتاد سے سٹپٹا جاتا ہے۔ گگھیا کر کہتا ہے: "میں نے ایک بار اسی طرح آپ کے اُستاد امام ابو حنیفہ کی طرف سے ایک فرضی خط ایک شخص کو لکھ کر روپے حاصل کیے تھے، مگر جب میں نے انہیں اس کی اطلاع دی، تو انہوں نے وہ روپیہ میری طرف سے ادا کر دیا۔ اور فرمایا: جس شخص کے متعلق خیال ہو کہ وہ میرا خط دیکھ کر تمہیں روپیہ دے دے گا، اُسے خط لکھ کر روپیہ منگوا لیا کرو۔ آپ بھی انہیں کے اصحاب میں ہیں۔ آپ سے بھی مجھے یہی توقع تھی۔"

"میں امام ابو حنیفہؒ نہیں ہوں، وہ ایک جلیل القدر عالم اور فقیہہ تھے، لوگ علم و فضل کی وجہ سے ان کا احترام و اعزاز کرتے تھے اور اسی لیے اُن کے نام پر روپیہ دے دیتے تھے۔ میں حکومت کا ایک ذمہ دار فرد ہوں، اس لیے ہو سکتا ہے کہ جس کو تم نے خط لکھ کر دیا تھا وہ روپیہ دینا نہ چاہتا ہو، لیکن میرے خوف سے دینے پر مجبور ہو گیا۔" امام ابو یوسف فرماتے ہیں۔

Marfat.com

وہ شخص ایک دن قید رہتا ہے، دوسرے دن اُسے طلب کرتے اور فرماتے ہیں:

"جس سے تم نے روپے لیے تھے ہیں نے اُسے واپس کر دیے ہیں اور تمہیں رہا کرتا ہوں۔ ممکن ہے تمہیں وہ شخص ادا کردہ رقم واپس کرے، بالکل مت لینا اور نہ آئندہ کوئی ایسی حرکت کرنا۔"

ورع و تقویٰ اور خدا خوفی سے ہر وقت لرزتے کانپتے رہتے ہیں اور آخرت کی جوابدہی کا احساس ذہن پر چھایا رہتا ہے۔ کہتے ہیں: بارِ الہا، تو جانتا ہے کہ مجھ سے کوئی حرام فعل سرزد نہیں ہوا اور نہ میں نے حرام کا ایک پیسہ کھایا۔ ایک مرتبہ فرماتے ہیں: بارِ الہا تو جانتا ہے جب دو آدمی میرے پاس کوئی معاملہ لائے، تو میں نے کسی کی جانبداری نہیں کی اور نہ میری یہ کبھی خواہش ہوئی کہ فلاں کے حق میں فیصلہ ہو، خواہ وہ خلیفۂ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ بارِ الہا اس کے بدلے میری مغفرت فرما۔ ایک بار ایک مقدمے میں ذرا سی کوتاہی ہو گئی تھی جس پر وہ مدّت تک کفِ افسوس ملتے ہیں۔ مقدمے کا فریق خود ہارون الرشید تھا۔ ایک بُڈّھے کسان نے دعویٰ دائر کیا تھا کہ فلاں باغ میرا ہے، لیکن خلیفہ نے اس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ اُس روز ہارون الرشید خود مقدموں کی سماعت کر رہا تھا کہ اس مقدمے کی باری آگئی۔ امام صاحب نے سماعت کی، فریقین کے بیان لیے، ہارون نے بُڈّھے کے دعوے کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ امام صاحب نے خلیفہ پر جرح کی۔ آخر بُڈّھے سے پوچھا: اپنے دعوے کے حق میں تمہارے پاس کوئی ثبوت بھی ہے؟ اُس نے کہا: "ہاں خود امیر المومنین سے قسم لی جائے۔" امام صاحب نے ہارون سے قسم اٹھانے کو کہا۔ اُس نے قسم کھا کر کہا کہ "یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھے عطا کیا تھا۔ میں اس کا مالک ہوں۔" بُڈّھا ہارون

Marfat.com

کو بے درنگ حلف اٹھاتے دیکھ کر غصے میں کانپنے لگا اور یہ کہہ کر عدالت سے نکل گیا:
"اس شخص نے کس آسانی سے قسم کھالی ہے جیسے کوئی ستو پانی میں گھول کر غٹ غٹ پی جاتا ہے۔ ہارون کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا اور یحییٰ برمکی نے ... کی باتوں سے اُسے ٹھنڈا کیا۔ امام صاحب نے انصاف کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ ہارون نے مقدمہ جیتا تو جھوٹے یا سچے حلف کی بنا پر۔ مگر ایک بات امام صاحب کے دل میں کانٹے کی خلش بن کر رہ گئی ہے۔ فرماتے ہیں..."میں سخت اذیت اور رنج محسوس کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ انصاف میں جو کوتاہی مجھ سے سرزد ہوگئی اللہ کے حضور اُس کا کیا جواب دوں گا۔" ایک صاحب کہتے ہیں: "آپ اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتے تھے وقت کے سب سے بڑے بادشاہ کو قسم کھانے پر مجبور کر دیا۔"

امام صاحب کہتے ہیں۔ نہیں تم سمجھے نہیں مجھے کس خیال سے تکلیف ہوتی ہے۔ پھر غم بھرے لہجے میں ارشاد ہوتا ہے: "مجھے تکلیف اور رنج اس بات کا ہے کہ میں ہارون سے یہ نہ کہہ سکا کہ آپ کرسی سے اُتر جائیے، جہاں آپ کا فریق کھڑا ہے وہیں اُس کے ساتھ کھڑے ہو جائیے یا پھر اجازت دیجیے کہ اُس کے لیے بھی کرسی لائی جائے۔"

(۳)

امام ابو یوسف کا بچپن بڑے فقر و فاقہ میں گزرا۔ جوان ہوئے تب بھی شب و روز میں کوئی فرق نہ پڑا، مگر کبھی زبان پر ناشکری کے کلمات نہ آئے۔ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: ایک بار میں اُن کے پاس گیا، تو مجھ سے تنگ دستی اور عسرت کی شکایت کی۔ میں نے تسلی دی۔ رخصت ہونے لگا تو دیکھا کہ مٹی کا ایک میلا سا برتن ان کے پاس رکھا ہے۔

Marfat.com

اتفاق سے اٹھتے وقت برتن کو میرا ہاتھ لگا اور وہ لڑھک کر ٹوٹ گیا۔ ان کی تیوری پر بل پڑ گئے اور رنگ فق ہو گیا، لیکن زبان سے کچھ نہ کہا۔ میں نے پوچھا:

"کیا بات ہے؟"

فرمایا: "یہی ایک برتن تھا جس سے مَیں اور میری والدہ وضو بھی کرتے تھے اور پانی بھی پیتے تھے۔"

میں بے حد متاثر ہوُا اور انہیں کچھ رقم دی۔

وہی ابو یوسف اب اپنے علم و تفقہ کی بدولت خلافت عبّاسیہ کے چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) ہیں اور اللہ نے مال و اسباب کی فراوانی عطا کی ہے، لیکن اس پر وہ کبھی مغرور نہیں ہوئے۔ ان کے دروازے پر دربان تک نہیں۔ طالب علمی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ گھر میں دنیاوی ساز و سامان کی کمی نہیں، مگر اس پر ہمیشہ متاسّف اور نادم رہتے ہیں۔ گاہے گاہے ہُوک سی دل میں اُٹھتی ہے اور پکار اُٹھتے ہیں: "کاش! میں فقر و فاقہ کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جاتا اور ججی کا یہ منصب قبول نہ کرتا۔" بڑے فیّاض ہیں۔ دل کھول کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، حاجت مندوں اور طالب علموں کی مدد کرتے ہیں۔ وصیّت لکھ دی ہے کہ جب میں دنیائے فانی سے رخصت ہوں تو میری ساری دولت غریبوں میں تقسیم کر دی جائے۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد چار لاکھ روپے مکّہ، مدینہ، کوفہ اور بغداد کے حاجت مندوں اور غریبوں میں تقسیم کیے گئے۔

Marfat.com

Marfat.com

١٤

ضمیرِ بیدار

Marfat.com

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الٰہ میں ہے

اقبال

Marfat.com

ہارون الرشید حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ آیا ہوا ہے۔ وزیر فضل بن ربیع رات گئے تک اس کی حضوری میں رہتا ہے اور پھر اجازت طلب کر کے سونے کے لیے اپنے خیمے میں چلا جاتا ہے۔ رات کا ایک حصہ گزر چکا ہے۔ فضل خوابِ نوشیں کے مزے لے رہا ہے۔ اچانک خیمے کے دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ فضل کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ پوچھتا ہے: "کون؟" جواب ملتا ہے "امیر المومنین۔" فوراً اٹھ کر خیمے سے باہر آتا ہے۔ دیکھتا ہے امیر المومنین ہارون خیمے کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ عرض کرتا ہے: "امیر المومنین! حکم فرماتے غلام خود درِ دولت پر حاضر ہو جاتا۔" ہارون کہتا ہے۔ "میرے دل میں ایک کھٹک پیدا ہوئی ہے جسے کوئی عالم ہی دور کر سکتا ہے۔ چلو کسی کے پاس چلیں۔"

"یہاں قریب ہی مکہ کے عالم اور حرم پاک کے محدث سفیان بن عیینہ مقیم ہیں۔" فضل کہتا ہے۔

"ہاں وہیں چلو۔"

دونوں سفیان بن عیینہ کے خیمے پر پہنچتے ہیں۔ فضل دروازے پر دستک دیتا ہے اندر سے آواز آتی ہے "کون؟" "امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔" فضل جواب دیتا ہے۔

Marfat.com

سفیان جلدی سے باہر نکلتے ہیں اور کہتے ہیں "امیر المؤمنین! مجھے طلب فرما لیتے میں خود حاضر ہو جاتا۔"

"ہم جس مقصد کے لیے حاضر ہوئے ہیں اسے پورا فرمائیے" ہارون کہتا ہے۔

"کچھ دیر تک دونوں میں گفتگو رہتی ہے پھر ہارون کہتا ہے: "آپ پر قرض ہے؟"

"جی ہاں" سفیان کہتے ہیں۔

"ابو العباس! ان کے قرض کی ادائیگی کا انتظام کر دو" ہارون الرشید، فضل کو ہدایت کرتا ہے۔ پھر دونوں رخصت ہو جاتے ہیں۔ راستے میں ہارون، فضل سے کہتا ہے: "میرے قلب کو تو سامانِ تسلی نہ مل سکا۔"

"امیر المومنین اس طرف امام بن عبدالرزاق بن حمام بن نافع الحمیری الصنعانی اقامت پذیر ہیں" فضل ایک اور عالمِ ربّانی کی نشاندہی کرتا ہے۔

"چلو انہیں کے پاس چلتے ہیں۔"

دونوں عبدالرزاق بن حمام کے خیمے پہ پہنچتے ہیں۔ فضل دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اندر سے سوال ہوتا ہے: "کون؟"

"امیر المومنین تشریف لائے ہیں" فضل جواب دیتا ہے۔

عبدالرزاق فوراً خیمے سے باہر آتے ہیں اور کہتے ہیں: "امیر المومنین! طلبی کا حکم صادر فرماتے، خود حضوری میں پہنچ جاتا۔"

"ہم جس مقصد کی خاطر آئے ہیں اس کے لیے کچھ کیجیے" ہارون کہتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر بات چیت کے بعد دریافت کرتا ہے: "آپ پر کوئی قرض ہے؟"

Marfat.com

عبدالرزاق اثبات میں جواب دیتے ہیں۔ "ابوالعباس ان کا قرض ادا کر دو۔" ہارون فضل سے کہتا ہے۔

پھر دونوں نکل آتے ہیں۔ راستے میں ہارون کہتا ہے تمہارے یہ صاحب بھی میری تشفّی نہ کر سکے۔ آؤ کسی اور کے پاس چلیں۔

ادھر حرم کے شیخ ائمہ ھدیٰ میں سے ایک فضیل بن عیاضؒ[1] تمیمی مقیم ہیں۔ فضل ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"ہاں انہیں کے پاس چلتے ہیں۔" ہارون آمادگی ظاہر کرتا ہے۔

دونوں فضیل کے خیمے پر پہنچتے ہیں۔ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور قرآن کریم کی ایک آیت بار بار دہرا رہے ہیں۔ نماز پڑھ چکتے ہیں، تو فضل دروازے پر دستک دیتا ہے۔ فضیل پوچھتے ہیں: "کون ہے؟"

"امیرالمومنین تشریف لائے ہیں۔" فضل جواب دیتا ہے۔

"مجھے امیرالمومنین سے کیا کام؟" فضیل اندر ہی سے کہتے ہیں۔

"سبحان اللہ! کیا امیرالمومنین واجب الاطاعت نہیں؟" فضل کہتا ہے۔

فضیل بن عیاض دروازہ کھول دیتے ہیں اور جھٹ سے چراغ گُل کر کے خود ایک گوشے میں سمٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہارون الرشید اور فضل دونوں گھُپ اندھیرے میں ہاتھوں سے ٹٹولتے ہوئے انہیں تلاش کرتے ہیں۔ آخر ہارون الرشید انہیں ڈھونڈھ لیتا ہے۔ ہارون کا ہاتھ فضیل کے ہاتھ سے چھُوتا ہے۔ وہ کہتے

---

[1] پیدائش ۱۰۶ھ وفات ۱۸۷ھ

Marfat.com

ہیں۔

"کیا ہی نرم ہاتھ ہے اور اس کی خوش نصیبی کا کیا کہنا اگر یہ قیامت کے روز عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے"!

"آپ پر اللہ کی رحمت ہو ہم ایک غرضِ خاص کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں"۔ ہارون اپنی آمد کا سبب بیان کرتا ہے۔

"کون سی غرض اور کیسی غرض؟ آپ نے خود بھی اپنے نفس پر اعتماد کر لیا ہے اور آپ کے ساتھی بھی آپ کو اپنا مرکزِ اعتماد سمجھتے ہیں! حالانکہ ان کا حال یہ ہے کہ قیامت کے روز آپ ان سے اپنے گناہوں کا بار اٹھا لینے کو کہیں گے، مگر وہ انکار کر دیں گے۔ آج وہ آپ سے جتنی محبت اور شیفتگی کا اظہار کرتے ہیں کل وہ اتنا ہی آپ سے دُور بھاگیں گے"۔

فضیل ایک لمحے کے لیے خاموش ہو جاتے ہیں۔ خیمے میں بدستور تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ رات کے سکوت میں صرف سانس کی آمد و شُد کی آواز سنائی دیتی ہے۔

پھر کہتے ہیں:

"امیرالمومنین! عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب زمامِ خلافت ہاتھ میں لی تو سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ، محمدؐ بن کعب القرظی اور رجاء بن حیوٰۃ کو طلب کیا اور کہا: "مجھے اس آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے آپ کوئی مشورہ دیں"۔ امیرالمؤمنین! انہوں نے اپنی خلافت کو آزمائش خیال کیا، مگر آپ اور آپ کے ساتھی اُسے نعمتِ لازوال سمجھ کر اس پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں، چنانچہ سالم نے جواب دیا اگر آپ قیامت کے روز اللہ کے عذاب سے نجات چاہتے ہیں، تو مسلمانوں میں جو بڑی

Marfat.com

عمر کا ہے اُسے اپنے باپ کا ہمسر، جو اوسط عمر کا ہے اُس کو اپنا بھائی اور جو چھوٹا ہے اسے اپنا بچہ سمجھئے۔ اپنے باپ کے ہمسر سے نیکی کے ساتھ پیش آئیے، اپنے بھائی کو رحم و کرم سے نوازیئے اور اپنے بچے پر شفقت کیجئے۔

رجاء بن حیوۃ نے کہا: "اگر آپ قیامت کے روز عذاب الٰہی سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں، تو مسلمانوں کے لیے بھی وہی پسند کیجئے جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور جس شے کو اپنے لیے بُرا سمجھتے ہیں اسے مسلمانوں کے لیے بھی بُرا سمجھئے۔ پھر جب چاہیں بے خوف و حزن اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دیجئے۔

اے امیر المومنین! میں بھی آپ سے یہی کہتا ہوں۔ میں آپ کو اس دن کا خوف دلاتا ہوں جب بڑے بڑے مضبوط قدم ڈگمگا جائیں گے۔ اللہ آپ پر رحم کرے کیا آپ کے ساتھی عمر بن عبدالعزیز کے ساتھیوں جیسے ہیں؟ آپ کو انہیں جیسی باتوں کی تلقین کرتے ہیں؟

ہارون رو پڑتا ہے اور اتنا روتا ہے کہ غش کھا جاتا ہے۔ فضل، فضیل بن عیاض سے کہتا ہے: "اے شیخ! امیر المومنین کے ساتھ نرمی برتئے۔"

"ربیع کے بیٹے! تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے امیر المومنین کو قتل کر دیا ہے اور اب مجھے نرمی کی تلقین کرتے ہو۔" فضیل بڑے وقار کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔

ہارون کو افاقہ ہوتا ہے تو فضیل کہتا ہے: "یا حضرت! کچھ اور فرمایئے۔"

فضیل کہتے ہیں: "امیر المومنین! عمر بن عبدالعزیز سے ایک گورنر نے شکایت کی کام اتنا زیادہ ہے کہ سونے کو وقت نہیں ملتا۔ عمر نے انہیں لکھا۔" اے بھائی! دوزخی دوزخ میں ہمیشہ بیدار رہیں گے اور سو نہ سکیں گے۔ تم اس وقت کا تصور کرو، تمہیں

Marfat.com

ایک روز سوتے یا جاگتے میں اپنے رب کی طرف ہانک لے جایا جائے گا تمہارے قدم اس راستے سے ڈگمگانے نہ پائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو تمہارا شمار حق ناشناس لوگوں میں کیا جائے اور امید منقطع ہو کر رہ جائے۔"

اس گورنر نے جب یہ مکتوب پڑھا، تو منزلیں مارتا عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں آن پہنچا۔ عمر نے پوچھا: "کیسے آئے ہو"، اس نے جواب دیا: "آپ کے مکتوب نے میرے دل پہ لپٹے ہوئے پردے چاک کر دیے ہیں اب میں جیتے جی کسی ولایت کا والی بننا منظور نہیں کروں گا۔"

ہارون زار زار روتا ہے پھر کہتا ہے "کچھ اور فرمائیے"؛

فضیل کہتے ہیں: "امیرالمومنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ ایک مرتبہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! مجھے کسی علاقے کی خدمت عطا فرمائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عباسؓ! ایسا نفس جسے تو زندہ و سلامت رکھ سکے اس حکومت سے بہتر ہے جس کی ذمہ داریوں کا انت شمار نہیں۔ حکومت قیامت کے روز حسرت و ندامت کا موجب ہو گی لہذا حکمرانی کی تمنا سے دل کا دامن بچا سکتے ہو تو بچاؤ۔"

ہارون پھر دھاڑیں مار مار کر روتا ہے اور کہتا ہے: اللہ کی رحمت آپ پر سایہ گستر ہو کچھ مزید فرمائیے۔

فضیل کہتے ہیں: "اے حسین و جمیل چہرے والے! قیامت کے روز اللہ تجھ سے اس مخلوق کے بارے میں سوال کرے گا۔ اس چہرے کو آگ سے بچا سکتا ہے تو بچا اور زندگی کے شب و روز اس طرح گزار کہ تیرے دل میں اپنی رعایا کی

Marfat.com

جانب سے کوئی کھوٹ اور کینہ نہ ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے صبح اس حالت میں کی کہ اس کے دل میں رعایا کی طرف سے کینہ کپٹ بھرا ہوا ہے وہ جنت کی بُو بھی نہ پائے گا۔"

ہارون پھر زار وقطار روتا ہے پھر پوچھتا ہے" آپ پر کوئی قرض ہے"؟

فضیل کہتے ہیں: "جی ہاں میرے رب کا قرض ہے جس کا وہ مجھ سے محاسبہ کرے گا، چنانچہ ہلاکت ہے میرے لیے جب میرا احتساب کیا جائے گا۔ ہلاکت ہے میرے لیے جب مجھ سے پوچھا جائے گا اور ہلاکت ہے میرے لیے جب میری کوئی حجت کام نہ آئے گی۔"

ہارون کہتا ہے میری مراد لوگوں کے قرض سے ہے۔"

فضیل کہتے ہیں: "میرے رب نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے وعدے کو سچ جانوں اور اس کی اطاعت بجالاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ۔

میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے سوا کسی اور غرض کے لیے پیدا نہیں کیا مجھے ان سے نہ تو رزق حاصل کرنے کی خواہش ہے اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی رزاق اور استوار قوت والا ہے۔

ہارون کہتا ہے: "یہ ایک ہزار دینار لیجیے اپنے اہل وعیال پر صرف کیجیے اور

Marfat.com

اپنے رب کی عبادت میں ان سے تقویت حاصل کیجئے۔"

فضیل کہتے ہیں "سبحان اللہ! میں نے آپ کو راستی کی راہ دکھائی اور آپ مجھے اس کا بدلہ دینا چاہتے ہیں۔۔۔"

فضیل خاموش ہو جاتے ہیں۔ ہارون اور فضل کو بھی کچھ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اسی عالم خاموشی میں دونوں اٹھ کر باہر آتے ہیں۔ نویں رات کا چاند غروب ہو رہا ہے آسمان پر ستارے جھلملا رہے ہیں۔ ہارون ایک نظر اپنے گرد و پیش پر ڈال کر فضل سے کہتا ہے "ایسے اصحاب ہوتے ہیں جن کی مجھے جستجو ہے۔"

(۲)

یہ مرد درویش جن کے دامن میں بادشاہ وقت اپنے دل مضطر کا سامان تسکین ڈھونڈنے آیا ہے۔ قرآن کریم کی معجز نما تاثیر کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ آج اس کی زندگی کتنی پاکیزہ اور تقویٰ و صلاح سے مزین ہے، مگر ایک زمانہ اس پر ایسا بھی گزرا ہے جب یہ انسانیت کے عزّ و شرف سے محروم کج روی اور غلط کاری کی پستیوں میں گرا ہوا تھا۔ غارت گری اور راہزنی اس کا پیشہ تھا۔ ابی ورد اور سرخس کا درمیانی علاقہ اس کی ترکتازیوں کی جولاں گاہ تھا۔ اِدھر سے گزرنے والا کوئی قافلہ اس کی دستبرد سے بچنے نہ پاتا۔ قرب و جوار کے علاقے میں اس کی دہشت اس طرح دلوں پر طاری تھی کہ لوگ اس کا نام سنتے ہی لرز اٹھتے، لیکن پھر ایک دن اچانک اس کے شب و روز میں انقلاب رونما ہو گیا۔۔۔ ایک عجیب و غریب انداز سے۔

یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جواں تھا۔ دوسرے ... ، اور ڈاکوؤں کی طرح

Marfat.com

فضیل کے شب و روز بھی لوٹ مار، قتل و غارت گری اور سلب و نہب سے عبارت تھے اور جیسا کہ ان ذمائم کا خاصہ ہے قلب و نظر کی آوارگی اور اخلاق باختگی عموماً ان کے جلو میں آتی ہے۔ فضیل ایک لونڈی کے تیرِ نگاہ کے گھائل ہو گئے۔ لوٹ مار اور قتل و غارت سے فراغت ملتی تو رات کی تاریکیوں میں چوری چھپے اس سے جا کر ملتے۔ ایک رات اس کے گھر کی دیواریں پھاند رہے تھے کہ کانوں میں آواز آئی۔ کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ پڑھنے والا پڑھ رہا تھا۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔

کیا اہل ایمان کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں۔

ایک عجیب گھڑی اور طرفہ اتفاق تھا۔ رات کا ہیبت ناک سناٹا چار سو طاری تھا۔ ایک تو خود آیت ہی بڑی اثر انگیز تھی۔ اس پر پڑھنے والے کی سوزِ دل و جگر سے مملو آواز غفلت و سرمستی کے پردے چیرتی ہوئی دل کی گہرائیوں میں اتر گئی۔ بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ دل سے ملامت بھری ہوک اٹھی۔ آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور زبان بے اختیار پکار اٹھی "کیوں نہیں! میرے پروردگار! وقت آ گیا ہے"۔

اسی وقت کمین گاہ کی طرف لوٹے۔ راستے میں ایک قافلہ پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ اہلِ قافلہ آپس میں محوِ گفتگو تھے۔ کچھ لوگ کہہ رہے تھے اب یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔ کچھ کی رائے تھی رات یہیں گزارنی چاہیے، فضیل گھات میں بیٹھا ہو گا، دیکھتے ہی ہم پر ٹوٹ پڑے گا۔ ان کی اس گفتگو نے فضیل کے دل و دماغ کی دنیا کو گویا جھنجھوڑ ڈالا۔ سوچنے لگے: میری راتیں گناہوں میں کٹتی ہیں، مسلمان مجھ سے خوفزدہ اور نالاں

Marfat.com

ہیں۔ وہ میری بدولت بے خوفی سے نہ سفر کر پاتے ہیں نہ قیام، کیا مجھے ان مشاغل سے باز نہیں آ جانا چاہیئے؟ ان کے دماغ نے سوال کیا۔ اور دل کی زبان نے ترجمانی کرتے ہوئے جواب دیا — "اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں صدقِ دل سے توبہ کرتا ہوں اور گناہوں کی یہ زندگی ترک کرکے تیرے گھر کا جوار اختیار کرتا ہوں"

اب فضیل وہ فضیل نہیں رہے تھے۔ ان کی زندگی کی کایا پلٹ چکی تھی۔ پتھر دل موم ہو گیا تھا غفلت کیشی اور لذت پرستی کے بجائے اللہ کی محبت اور اس کا خوف ان کے دل میں گھر کر چکا تھا۔ اب ان کی راتیں عبادت گزاری اور دن حصولِ علم میں گزرتے۔ قرآن اور حدیث کے بڑے بڑے ائمہ ان کے استاد تھے۔ سفیان ثوری، اعمش، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن اسحٰق، حمید الطویل — یہ وہ بحرِ ذخار تھے جن سے فضیل سیراب ہوئے اور اب علم و تفقہ کی ان بلندیوں پر پہنچ گئے ہیں کہ بڑے بڑے ہم عصر علماء ان کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے شیخ سفیان الثوری بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ کردار کی عظمت و طہارت کا یہ عالم ہے کہ علم و عمل کے کوہ ہائے گراں انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ ابن مہدی کہتے ہیں — فضیل مردِ صالح ہیں۔ عجلی کوفی کو آپ یہ کہتے سنیں گے۔ فضیل ثقہ، عبادت گزار اور مردِ صالح ہیں۔ شریک کہتے ہیں ہر قوم کے لیے اپنے دور میں کوئی نہ کوئی شخص حجت ہوا کرتا ہے اور فضیل اپنے عہد کے لوگوں کے لیے حجت ہیں۔ عبد اللہ ابن مبارک کہتے ہیں فضیل سے بڑھ کر افضل شخص روئے زمین پر کوئی نہیں۔

سب سے بڑی شہادت ایک شخص کے غلام یا خادم کی ہو سکتی ہے جس کو اپنے آقا کی خوبیوں اور کمزوریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ فضیل کے خادم ابن الاشعث کہتے ہیں میں

Marfat.com

نے فضیل سے بڑھ کر کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے دل میں اللہ کا خیال جاگزیں ہو۔ فضیل کی مجلس میں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے یا وہ قرآن سنتے ہیں تو ان پر خوف و حزن غالب آجاتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور یوں زار زار روتے ہیں کہ حاضرینِ مجلس ان کی حالت پر ترس کھانے لگتے ہیں۔

(۳)

فضیل اپنی توبہ کے مطابق بیت الحرام کے جوار میں رہتے ہیں۔ بلادِ اسلامی کے دُور دراز گوشوں سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور زندگی کی تب و تاب حاصل کرتے ہیں۔ زہد و تورّع اور شب زندہ داری تو خاصانِ خدا کی عمومی خصوصیات ہوا کرتی ہیں۔ فضیل اکلِ حلال کے اہتمام میں امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ بشر بن الحارث کہتے ہیں فضیل کا شمار اُن دس آدمیوں میں ہوتا ہے جو اکلِ حلال کے سوا اپنے پیٹ میں کوئی چیز جانے نہیں دیتے۔

ذکرِ الٰہی فضیل کے نزدیک اصلِ زندگی ہے اور اس سے محروم رہنے والی ساعتیں باعثِ حُزن و ملال ہیں۔ ایسی ساعتیں انسان کو ریاکاری اور تصنّع کا خوگر بناتی ہیں اور خلوص اور رضائے الٰہی سے بیگانہ کرتی ہیں۔ ایک مرتبہ سفیان ثوری اور فضیل مل کر رات بسر کرتے ہیں۔ باہمی مذاکرات میں رات کٹ جاتی ہے۔ صبح ہوتی ہے تو سفیان کہتے ہیں آج رات خوب بسر ہوئی زندگی میں ایسی ساعتیں کم ہی میسر آتی ہیں۔ فضیل کہتے ہیں آج کی رات بڑی ہی بُری رات تھی۔ اللہ ایسی ساعتوں سے بچائے۔ سفیان تعجب سے پوچھتے ہیں یہ کیسے؟ فضیل کہتے ہیں: "اگر ہم یکجا نہ ہوتے تو دونوں کی شب بیداری اللہ کے لیے ہوتی۔ ہر ساعت اللہ کی رضا اور اس کا قرب

Marfat.com

حاصل کرنے میں گزرتی، لیکن آج رات بھر آپ کو یہ خیال دامن گیر رہا کہ کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جس سے میں کبیدہ خاطر ہوں۔ اسی طرح مجھے آپ کی رضا اور خوشنودی کی فکر رہی۔"

فضیل کی بلند نگاہی، خدا ترسی، سیر چشمی، اپنے اللہ پر اعتماد و توکل اور ماسوا سے بے نیازی کا اندازہ اس گفت گو سے کیا جا سکتا ہے جو ہارون الرشید سے ان کی ہوئی۔ اس گفتگو سے ان کے طرزِ فکر اور افتادِ طبع کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بادشاہِ وقت ان کے دروازے پر حاضر ہوتا ہے، لیکن اپنے بعض ہم عصروں کے برعکس جن کی علمی عظمت میں بلاشبہ کوئی کلام نہیں، وہ اس سے بے نیازی برتتے ہیں۔ آگے بڑھ کر خوش آمدید کہنے کے بجائے اس سے کترانے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر جو پند و نصیحت کرتے ہیں، اس میں مطلقاً اس امر کا لحاظ نہیں کرتے کہ ایک بادشاہ سے ہم کلام ہیں۔ لگی لپٹی بغیر دو ٹوک اور واضح باتیں کہتے ہیں۔ اسے اس کی ذمہ داریاں یاد دلاتے ہیں اور اس روز کا خوف دلاتے ہیں جب وہ ان ذمہ داریوں کی جوابدہی کے لیے اللہ کے حضور پیش ہوگا۔ اس کے طرزِ عمل پر تنقید کرتے ہیں۔ کہتے ہیں "تم نے اپنے گرد و پیش جس قسم کے لوگ اکٹھے کر رکھے ہیں جن کے مشوروں پر تم اپنے عمل کی بنیاد رکھتے ہو وہ قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔ آج وہ تمہارے اِرد گرد اس لیے جمع ہیں کہ اقتدار تمہارے پاس ہے، کل جب یہ اقتدار چھن جائے گا اور تم بارگاہِ الٰہی میں اپنے کارنامہ ہائے حیات کا حساب دینے کھڑے ہوگے تو یہ تمہارے قریب بھی نہ پھٹکیں گے۔ تمہارے ساتھ ان کی محبت کے دعوے جھوٹے اور والہیت اور شیفتگی کی باتیں دھوکا ہیں۔ قیامت کے روز یہ تمہارے کسی کام نہ آئیں گے۔

Marfat.com

کاروبارِ مملکت کے سلسلے میں تمہارا منہاجِ عمل اور خلقِ خدا کے ساتھ سلوک ایسا ہونا چاہیئے جس سے قیامت کے دن عذابِ الٰہی سے محفوظ رہ سکو"۔ ہارون ایک خطیر رقم نذر کرتا ہے، تو اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں" مجھے اس کی کوئی احتیاج نہیں۔ اللہ نے میری ہر احتیاج پوری کرنے کا خود وعدہ فرمایا ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ اس کے وعدے کی صداقت پر ایمان رکھوں اور اس کا مطیع و فرمانبردار بندہ بن کر زندگی گزاروں"۔

(۴)

فضیل علمائے سُو سے بچنے کی اکثر تلقین کرتے ہیں ایک بار ارشاد فرمایا:

"علمائے سُو سے احتراز کرو۔ یہ اگر تم کو دوست رکھیں گے، تو تمہاری تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیں گے جس کے تم سزاوار نہیں ہو اور اگر تم سے خفا ہوں گے تو تمہارے خلاف جھوٹی شہادت تک دینے سے گریز نہیں کریں گے اور وہ شہادت مان لی جائے گی"۔

ایک مرتبہ فرمایا ـــــ "غیبت علمائے سُو کا میوہ ہے جس سے وہ اپنے کام و دہن کو لذت بخشتے ہیں"۔

ایک بار سفیان بن عیینہ کی مجلس میں حاضر ہوئے، تو فرمایا:

"اے علماء! تم شہروں کے چراغ تھے جن سے لوگ اکتسابِ نور کرتے تھے۔ اب تمہارے دامن میں تاریکی کے سوا کچھ نہیں رہا۔ پہلے تم ستارے تھے، مگر اب سیاہ گھٹا بن چکے ہو۔ جب تم حکام کے پاس جاتے ہو اور اُن سے مال لیتے ہو تو کیا

Marfat.com

تمہیں شرم نہیں آتی؟ کیا نہیں جانتے کہ یہ مال و زر انہوں نے کہاں سے اور کیسے حاصل کیا؟ پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تم اپنی مسندوں پر ٹیک لگا کر بیٹھتے اور کہتے ہو:
حدثنی فلان عن فلان (یعنی احادیثِ رسولؐ بیان کرتے ہو)

علمائے حق اور علمائے سُو کی نشاندہی ان الفاظ میں فرمائی:

علمائے حق منکسر المزاج اور رقیق القلب ہوتے ہیں اور علمائے دنیا مغرور و متکبر اور وہ عام لوگوں کو فرومایہ سمجھتے ہیں۔

فضیل کے اقوال عارفانہ ژرف نگاہی اور گہرے مشاہدات پر مبنی ہوتے ہیں کہتے ہیں:

- جب اللہ کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو مصائب اور رنج و محن سے اسے آزماتا ہے اور جب دشمن بناتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے۔
- زبان سے اظہارِ محبت کرنے اور دل میں دشمنی رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے۔
- دو عادتیں دنیا سے دل کو تباہ کر دیتی ہیں ایک بہت کھانا دوسرے بہت سونا۔
- اگر مجھ سے کہا جائے ایک دعا مانگو جو ضرور قبول ہوگی تو میں بادشاہ کی اصلاح کے لیے دعا مانگوں گا کیونکہ اس کی اصلاح رعایا کی اصلاح ہے اور اس سے ایک دنیا کو فائدہ پہنچتا ہے۔
- ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے عقل کی زکوٰۃ غم ہے۔
- دنیا ایک پاگل خانہ ہے اور اس میں لوگ دیوانوں اور پاگلوں کی مانند پابہ زنجیر مقید ہیں۔

Marfat.com

- توکل یہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی سے امید نہ رکھے اور اس کے ماسوا کسی سے نہ ڈرے۔
- اگر تم رات کو اُٹھ کر نفل پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے پر قادر نہیں تو سمجھ لو کہ حرماں نصیب ہو اور گناہوں نے تمہیں گھیر لیا ہے۔
- جو شخص چاہتا ہے لوگ اس کی باتیں سن کر واہ واہ کریں اس کا دامن زہد و ورع سے خالی ہے۔

شیخ الاسلام امام القدوہ فضیل بن عیاض بن بشر التمیمی الیربوعی، ابو علی الزاہد الخراسانی ہے اور وہ اپنے شیخ اعمش سے ایک حدیث رسولؐ روایت کر رہے ہیں۔ آئیے اس ارشاد کو حرزِ جاں بنا کہ اس محفل سے رخصت ہوں۔

"اُمِ بشر کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کھجوروں کے باغ میں تشریف لائے فرمایا: 'یہ باغ کس نے لگایا تھا؟ مسلمان نے یا کافر نے؟ میں نے عرض کیا: مسلمان نے۔ فرمایا مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیت بوتا ہے اور اسے انسان، جانور یا پرندہ کچھ کھا لیتا ہے، تو وہ اللہ کے نزدیک صدقہ قرار پاتا ہے۔"

Marfat.com

Marfat.com

۱۵

فاتحِ بغداد شیخ

Marfat.com

وہ بغداد پہنچے تو ہر شخص متأسف تھا کہ اس اجنبی کو یہاں
موت کھینچ لائی ہے، لیکن جب مامون کے دربار سے بغداد
کے نام نہاد عقلیت پسند دانشوروں کو علم و فکر کے میدان میں
شکست دے کر نکلے تو ایک دنیا ان کی پیشوائی کو امڈ آئی۔

Marfat.com

تیسری صدی کا دوسرا عشرہ ختم ہو رہا ہے۔ بغداد کے تخت پر مامون الرشید عباسی جلوہ افروز ہے۔ بغداد افریقہ اور ایشیا کے ایک بڑے حصے پر پھیلی ہوئی سلطنت کا مرکز ہی نہیں، علوم و فنون کا سرچشمہ بھی ہے۔ نئے نئے افکار اور تصورات یہاں کی علمی محفلوں میں جنم لے رہے ہیں۔ معتزلہ کا گروہ انہی علمی مجالس کا ساختہ پرداختہ ہے۔ اس گروہ کے افراد سلطنت کے مختلف مناصب پر فائز ہیں۔ اس طرح ملک کی فکری ہی نہیں سیاسی رہنمائی بھی انہی کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ فتنہ خلقِ قرآن انہی لوگوں کی عقلی موشگافیوں کا مرہونِ منت ہے۔ مامون ان کے اس فتنے کا شکار ہو گیا ہے اور اب بزورِ قوت امتِ مسلمہ سے وہ بات منوانی چاہتا ہے جس کا مطالبہ نہ اللہ نے کیا نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ وہ بغداد کے گورنر اسحاق بن ابراہیم کے نام فرمان بھیجتا ہے:

"تمام علمائے شہر کو طلب کرو، جو لوگ خلقِ قرآن کا اقرار کریں انہیں چھوڑ دو، جو انکار کریں ان کے بارے میں ہمیں خبر دو۔"

پھر دوسرا فرمان جاری کرتا ہے:

"بشر بن ولید الکندی قاضی القضاۃ اور ابراہیم بن مہدی اگر انکار کریں تو موت کے گھاٹ اتار دو، باقی منکرینِ "خلقِ قرآن" کو حوالۂ زنداں کر دو۔"

Marfat.com

اور پھر ظلم و استبداد کا کوڑا حرکت میں آجاتا ہے۔ قید خانوں کے دروازے کھُل جاتے ہیں۔ تلواریں مشقِ ستم میں لگ جاتی ہیں۔ بڑے بڑے اہلِ علم کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور وہ "اقرار" کر کے اپنی چمڑی بچا لیتے ہیں، بے شمار لوگ گھروں میں بند ہو کر بیٹھ جاتے ہیں، جمعہ اور نماز باجماعت تک ترک کر دیتے ہیں مبادا باہر نکلیں اور انہیں مناظرے میں ملوّث کر لیا جائے یا وہ اس فتنے کی تردید کریں تو فتنہ گر ان پر ٹوٹ پڑیں۔ بہت سے لوگ رُوپوش ہو جاتے ہیں اور حکومت کے شکاری کتوں سے محفوظ رہنے کے لیے کبھی ایک شہر اور کبھی دوسرے شہر میں سر چھپاتے پھرتے ہیں، تاہم اکّا دکّا اصحابِ عزیمت ایسے بھی ہیں، جو نہ تو گھروں میں چھپ کر بیٹھتے ہیں اور نہ جان بچانے کے لیے بھاگتے ہیں، بلکہ اس ظلم و استبداد کے آگے ڈٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

انہی مردانِ حق میں شیخ عبدالعزیز بن یحییٰ الکنانی بھی ہیں[1]۔ اپنے وقت کے عالمِ حق اور محدّثِ جلیل سفیان بن عیینہ کے شاگرد رشید، امام شافعیؒ کے متبع اور دوست، ایک مدّت تک ان کے سفر و حضر کے ساتھی بھی رہے ہیں۔ وہ بغداد سے دُور مکّہ معظمہ میں ہیں انہیں خبر ملتی ہے کہ جبر و استبداد کے آگے زبانیں گنگ ہو چکی ہیں، کوئی نہیں جو کلمۂ حق بلند کرے۔ حق مظلوم و مقہور ہے اور باطل غالب و قاہر۔ شیخ تڑپ اُٹھتے ہیں، راتوں کی نیند اُڑ جاتی ہے۔ شب و روز یوں کٹتے ہیں جیسے انگاروں پر بسر کر رہے ہوں۔ دل سے ہُوک اٹھتی ہے۔ کیا وقت

---

[1] وفات ۲۴۰ھ

Marfat.com

آگیا ہے کہ حق کا دفاع اور باطل کا رد کرنے کی کسی میں جرأت نہیں رہی۔ اُن کا ضمیر کہتا ہے: عبدالعزیز! تم پر بھی تو دفاعِ حق کا فرض عائد ہوتا ہے۔ کوئی اور آگے نہیں بڑھتا، تو تمہیں میدان میں اترو۔ قیامت کے دن جب پوچھا جائے گا دین مظلوم ہو گیا تھا، تم نے اس کا دفاع کیوں نہ کیا؟ تو کیا جواب دو گے؟ ضمیر کی یہ آواز بلند سے بلند تر ہوتی جاتی ہے۔ آخر وہ فیصلہ کر لیتے ہیں: ہرچہ بادا باد! میں اپنے کمزور جسم، نحیف آواز اور محدود صلاحیتوں سے اس فرض کو ضرور انجام دوں گا۔ توکّل بر خدا، بیٹے کو ساتھ لیتے ہیں اور بغداد کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں۔

(۲)

جمعہ کا دن ہے۔ جامع رصافہ نمازیوں سے بھری ہوئی ہے۔ نماز ہو چکی ہے۔ امام نے دُعا کے لیے ابھی ہاتھ نہیں اُٹھائے۔ پہلی صف میں بیٹھا ہوا ایک اجنبی کھڑا ہو جاتا ہے۔ لباس اور وضع قطع سے سرزمینِ بطحا کا باشندہ معلوم ہوتا ہے۔ سامنے ایک چھوٹا سا بچہ ستون سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔

اجنبی پکار کر پوچھتا ہے:

"بیٹے! قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

"اللہ کا کلام، اللہ کا نازل کردہ، غیر مخلوق!" بچہ بلند آواز میں جواب دیتا ہے۔

خلقِ قرآن کا کھلّم کھلّا انکار اور وہ بھی مسجد میں، جہاں فقہا، محدّثین اور واعظین کا بیٹھنا تک ممنوع ہے۔ مسجدیں تو اب کفر و ضلال کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز بن گئی

Marfat.com

ہیں انھیں اس عہد کے دانشور ذہنی آوارگیوں کی آماجگاہ تو بنا سکتے ہیں، لیکن حق و ہدایت کے ماننے والے حق کا کلمہ بلند نہیں کر سکتے۔ پھر جامع رصافہ تو فتنۂ خلقِ قرآن کے امام بشر المریسی اور محمد بن الجہم کا گڑھ ہے۔ یہاں کوئی شخص ان کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ کوئی جسارت کر بیٹھتا ہے تو اسے قتل کروا دیتے ہیں یا پکڑ کر کسی دوسری جگہ لے جاتے ہیں اور موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ نہ جانے اب تک کتنے لوگ قتل کیے جا چکے ہیں اور کتنے ظلم و ستم کے تازیانوں کی تاب نہ لا کر حق کا دامن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ بچے کا جواب جونہی مسجد میں گونجتا ہے تہلکہ مچ جاتا ہے۔ لوگ دم بخود ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں اور پھر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، لیکن اجنبی اپنی جگہ پر قدم جمائے کھڑا ہے۔ بے خوف، سینہ تانے اور سر بلند کیے۔ بچہ سوالات کا منتظر ہے کہ پولیس پہنچ جاتی ہے۔ باپ اور بیٹے دونوں کو پکڑ کر لے جاتی ہے اور بغداد کے پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ کے سامنے پیش کر دیتی ہے۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“ عمرو پوچھتا ہے۔

”عبدالعزیز الکنانی“

”کہاں سے آئے ہو؟“

”مکہ معظمہ سے“

”کہیں پاگل تو نہیں ہو؟“

”نہیں“

شاید کسی نے تمہیں بہکایا ہے؟“

”نہیں“

Marfat.com

"تو پھر خودکشی کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں، الحمدللہ میرے ہوش و حواس سلامت ہیں، مجھے اللہ نے علم و معرفت سے بہرہ ور کیا ہے۔"

"مسجد میں تم نے جو کچھ کہا، اُس کا مقصد کیا تھا؟"

"اللہ کی خوشنودی اور اس کے تقرّب کی خواہش۔"

"نہیں، تم شہرت کے طالب ہو اور اس شہرت سے لوگوں کا مال بٹورنا چاہتے ہو۔"

"واللہ بالکل نہیں، میری کوئی خواہش تھی تو صرف یہ کہ کسی طرح امیرالمومنین کی بارگاہ تک پہنچوں اور ان کی موجودگی میں فتنۂ خلقِ قرآن کے علمبرداروں سے مناظرہ کروں۔"

"اچھا اس کی بھی تمہیں جرأت ہے؟"

"تم امیرالمومنین کو سب سے بڑا سمجھتے ہو گے، میں تو اللہ کی عظمت و کبریائی پہ یقین رکھتا ہوں۔"

"اچھا، ہم تمہیں امیرالمومنین کے حضور پیش کر دیں گے"۔ کمشنر پولیس کہتا ہے۔ "لیکن وہاں تم نے اس کے سوا کوئی اور بات کہی تو تمہارا خون امیرالمومنین پر مباح ہو جائے گا۔"

"ہاں، میں نے اگر کوئی دوسری بات کہی یا اس حضوری کو کسی اور مقصد کے حصول کا بہانا بنایا تو بے شک میرا خون امیرالمومنین پہ حلال ہوگا۔"

عمرو اُچھل کر کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ "اچھا ہم تمہیں امیرالمومنین کے حضور

Marfat.com

پیش کریں گے۔" وہ کہتا ہے اور کوتوال کو ہدایت کرتا ہے: "میں دربار کی طرف جاتا ہوں، تم ان باپ بیٹے کو لے کر آؤ۔"

(۳)

باپ، بیٹا پولیس کے حلقے میں محصور چلے جا رہے ہیں۔ پولیس، جس کا کام معاشرے میں لوگوں کے جان و مال کا تحفظ، اور قانون کی عملداری قائم کرنا ہے، ہمیشہ حکمرانوں کے جبر و استبداد کو معاشرے پر مسلّط کرنے والے خوفناک ہتھیار کا کام دیتی رہی ہے۔ اس کے ہاتھوں قانون کی ردا پارہ پارہ ہوئی ہے، لوگوں کی زندگیاں عذاب بنی ہیں، ان کا جان و مال اور عزّت و آبرو بیدردی سے لٹتی رہی ہے۔ مامون کی پولیس کا بھی یہی رنگ ڈھنگ ہے۔ وہ راستے میں شیخ اور ان کے بچّے سے وحشیانہ سلوک کرتی ہے انہیں مارتی پیٹتی، ڈنڈوں سے کچوکے دیتی، ٹھٹھّا اڑاتی لیے جاتی ہے۔ شیخ کے اعلانِ حق کی گونج سارے شہر میں پھیل چکی ہے۔ وہ جس طرف سے گزرتے ہیں ایک دنیا انہیں دیکھ دیکھ کر کفِ افسوس ملتی ہے۔ بہت سے لوگ یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں:

"دارالخلافے میں باہر کے لوگ زندگی اور راحت کی تلاش میں آتے ہیں، لیکن ان باپ بیٹے کو دیکھو، یہ موت کی طلب میں اپنا گھر بار چھوڑ کر آئے ہیں۔"

قصرِ خلافت پہنچ کر یہ لوگ دہلیز پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عمرو اندر جاتا ہے اور پھر یوں محسوس ہوتا ہے وہ کبھی نہیں آئے گا۔ انتظار، جانکنی سے بھی زیادہ رُوح فرسا ہے۔ کھڑے کھڑے تھک جاتے ہیں۔ آخر خبر ملتی ہے پولیس کمشنر امیرالمومنین کے

Marfat.com

حضورِ باریاب ہو کر آ گئے ہیں اور اب اپنے دفتر میں طلب فرمایا ہے۔ کوتوال شیخ عبدالعزیز اور ان کے صاحبزادے کو عمرو بن مسعدہ کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ عمرو کہتا ہے:

"میں نے تمہاری جسارت کا قصہ امیرالمومنین کے گوش گزار کر دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے: مجلسِ مناظرہ پیر کے روز منعقد ہو گی۔ حکم بھی وہی ہوں گے۔ تمہیں اُس روز مجلس میں حاضر ہونا ہو گا۔ ہم تمہیں قید رکھنا نہیں چاہتے۔ کوئی ضامن لاؤ، جو یہ ضمانت دے کہ تم واقعی حاضر ہو جاؤ گے۔"

"میں غریب الدّیار آدمی ہوں، اس شہر میں کوئی مجھے نہیں جانتا، پھر میری ضمانت کون دے گا، خصوصاً جب کہ لوگوں کو پتہ چل گیا ہے کہ مَیں یہاں خلقِ قرآن کے مسئلے پر مناظرہ کرنے آیا ہوں۔ کون اپنی جان خطرے میں ڈالے گا، اُلٹا وہ تو مجھ سے دُور بھاگیں گے کہیں حکومت انہیں بھی نہ دھر لے۔"

"اچھا، ہمارا ایک شخص اُس روز تک تمہارے ساتھ رہے گا، وہ تمہیں امیرالمومنین کے سامنے لا حاضر کریگا — ہاں اِس اثنا میں پھر اچھّی طرح سوچ بچار کر لو۔ ہوش کے ناخن لو اور بیکار اپنی جان کے دشمن نہ بنو، اس دیوانگی سے باز رہو، امیرالمومنین بھی تم سے درگزر فرمائیں گے۔" عمرو انہیں مشفق دوستوں کے انداز میں اونچ نیچ سمجھاتا ہے اور پھر ایک آدمی ان کے ساتھ کر دیتا ہے۔

پیر کے روز صبح سویرے پولیس کا لاؤ لشکر شیخ کی قیام گاہ پر آ دھمکتا ہے۔ شیخ کو سواری پر بٹھاتے ہیں اور قصرِ خلافت لے جاتے ہیں۔ عمرو بن مسعدہ شیخ کو اپنے دفتر میں طلب کرتا ہے۔

"کہو، تم اپنی ضد پر قائم ہو یا رائے بدل دی ہے؟" عمرو پوچھتا ہے۔

Marfat.com

"اپنے ارادے پر قائم ہوں، بلکہ اللہ کی توفیق سے اِس بارے میں میری بصیرت وہدایت میں کچھ اضافہ ہی ہوا ہے۔" شیخ جواب دیتے ہیں۔

"اے نادان مرد!" عمرو جھلا کر کہتا ہے۔ "اپنی جان کے بیری کیوں بنتے ہو۔ امیرالمومنین کی مخالفت مہنگی پڑے گی۔ تم نے بغداد کے عظیم دانشوروں کو مناظرے کا چیلنج دیا ہے۔ یہ تمہارے بس کا روگ نہیں۔ امیرالمومنین کو اپنے استدلال سے قائل نہ کر سکے تو تلوار ہو گی اور تمہاری گردن۔ پھر کوئی معذرت و ندامت کام نہ آئے گی۔ اس سودائے خام کو چھوڑ دو، میں امیرالمومنین سے عرض کر کے معافی اور امان دلوا دوں گا، یہی نہیں انعام سے بھی نوازے جاؤ گے، کوئی احتیاج ہے تو بتاؤ پوری کر دی جائیگی، کوئی معاملہ انصاف طلب ہے، تو وہ بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تمہیں اس ابتلائے عظیم سے بچا لوں جسے تم نے از خود دعوت دے دی ہے۔"

اقتدار کے لات ومنات اور ان کے کارندے ہر زمانے میں بدلتے رہے ہیں، مگر ان کی چالوں اور گھاتوں میں کبھی فرق نہیں آیا۔ تہدید وتحریص دو بڑے ہتھیار ہیں جن سے وہ ہمیشہ کام لیتے آئے ہیں۔ پہلے ڈرا دھمکا کر اہلِ حق کو اپنے سنگھاسن کے آگے سرنگوں ہونے پر مجبور کرتے ہیں، لیکن جب کوئی خوف اور کوئی دھمکی کارگر نہیں ہوتی، تو ہمدرد اور بہی خواہ بن کر ترغیب وتحریص کا جال بچھا دیتے ہیں کہ طائرک بلند بام اس میں تو ضرور اُلجھے گا۔ عمرو بن مسعدہ بیک وقت انہی دو ہتھیاروں سے کام لیتا ہے۔ لیکن شیخ کا ردِ عمل اس کی توقع کے بالکل خلاف ہے۔

"خدا تمہارا بھلا کرے۔" وہ کہتے ہیں، ان کی پُرسکون آواز غماز ہے کہ انہوں

Marfat.com

نے تہدید و تحریص کی ان باتوں کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دی ''مجھے اپنے کیے پر کوئی ندامت نہیں، نہ میں اپنا ارادہ بدلوں گا، میں تو اسی دن اور مناظرہ ہی کے لیے اپنے گھر سے نکلا تھا۔ میں چاہتا ہوں امیر المومنین پر حق واشگاف ہو جائے۔

وَمَا تَوْفِيقِيٓ إِلَّا بِاللَّهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْل ''

توفیق دینے والا اللہ ہے، میرا بھروسہ اسی پر ہے، وہی میرے لیے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

عمرو بھنّا اٹھتا ہے اور چیخنے کے انداز میں کہتا ہے:

''عجیب آدمی ہو، میں تمہیں بچانے کی کوشش کرتا ہوں اور تم خودکشی پر تُلے ہوئے ہو''

''مجھے اللہ کی مدد درکار ہے، قوت ہے تو اسی کی، میں کیا اور میری جان کیا''

شیخ عبدالعزیز اسی پُرسکون لہجے میں کہتے ہیں۔

عمرو بن مسعدہ دفتر سے نکل کر دربارِ خلافت کا رُخ کرتا ہے اور کوتوال سے کہتا ہے انہیں لے کر آؤ۔

(۴)

دارالخلافہ کے تمام علما مجلسِ مناظرہ میں حاضر ہو چکے ہیں۔ مملکت کے اعیان و امرا، رؤسا، وزرا اور اعلیٰ فوجی افسر بھی پورے طمطراق کے ساتھ شریک ہیں۔ مامون خود ایک زرنگار مسند پر جلوہ افروز ہے۔ ہیبت و سطوت کے مارے زبانیں گنگ اور نگاہیں تھرا رہی ہیں۔ باریابی سے پہلے حاجب شیخ سے کہتا ہے دو رکعت نماز

Marfat.com

پڑھ لو، شیخ چار رکعت پڑھتے ہیں، اپنے خیال میں زندگی کی آخری نماز پھر دعا مانگتے ہیں اور حاجب کے جلو میں دربار میں داخل ہوتے ہیں۔ خدام اس شاہی مجرم پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور گھسیٹ کر خلیفہ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں، لیکن مامون کی آواز بلند ہوتی ہے "اسے چھوڑ دو" خونی گدھوں کا ہجوم فوراً چھٹ جاتا ہے۔ شیخ بلند آواز سے کہتے ہیں السلام علیکم یا امیر المومنین۔ مامون جواب میں کہتا ہے: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، شیخ ایک نظر مجلس پر ڈالتے ہیں۔ شوکت وسطوت اور جاہ وجلال دیکھ کر جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ مامون انہیں اپنے قریب بلاتا ہے۔ وہ لرزتے قدموں کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں اور اذن پا کر ایک خالی جگہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ کانوں میں آواز آتی ہے۔ کوئی شخص کہہ رہا ہے: اُف کتنا بدشکل آدمی ہے - امیر المومنین اس کا کلام سن کر کیا کریں گے؟ شکل ہی سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ پھر دیکھو کس طرح کانپ رہا ہے۔

مامون بس مسکرا دیتا ہے پھر شیخ کی طرف متوجہ ہو کر ان سے نام، خاندان اور وطن کے بارے میں پوچھتا ہے۔ شیخ جواب دیتے ہیں۔ آواز کا ارتعاش قلبی اضطراب کی ترجمانی کر رہا ہے، لیکن جب مامون کہتا ہے "تم نے ایک دینی حکم کو توڑا اور صفاتِ خداوندی میں دوسری چیزوں کو شریک کیا ہے، تو سطوت وہیبت کا اثر کافور ہو جاتا ہے، دل میں آگ سی بھڑک اٹھتی ہے، اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کڑکتی ہوئی آواز میں کہتے ہیں:

" امیر المومنین! میں ایک غریب طالب علم ہوں، خانۂ خدا کے مقدس جوار کا باشندہ۔ بے شک میں بدشکل ہوں، مگر اللہ نے مجھے اپنی کتاب کا علم اور فہم عطا کیا

Marfat.com

ہے۔ یں نے سنا حق مظلوم ہو گیا ہے، سنّت کی روشنی بجھ گئی ہے، بدعت کا زور ہے، جس بات کا اقرار نہ خدا نے امّتِ مسلمہ سے کروایا نہ خدا کے رسول نے جس کی گواہی دی، جس کا اعلان خلفائے راشدین نے کیا نہ کسی صحابی رسول نے، اُسے آج ایک ایسا شخص شرطِ ایمان قرار دے رہا ہے جو ہارون الرشید کے گھر میں پیدا ہوا اُس نے نہ تابعین کو دیکھا تھا نہ اصحابِ رسولؐ کو، نہ وہ عہدِ نبوّت کی برکتوں سے بہرہ یاب ہوا اس کے باوجود بزعمِ خویش شریعتِ الٰہی کے اُس مخفی راز کو جانتا ہے جس کا علم صحابۂ کرامؓ کو تھا نہ تابعین کو، حالانکہ وہ دنیا سے مومن کی حیثیت سے رخصت ہوئے۔ نہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے بارے میں کچھ فرمایا، حالانکہ حضور صاحبِ وحی و رسالت تھے .... امیر المومنین! آپ ہوا کا وہ جھونکا ہیں جس سے شریعت کی آگ تو روشن نہ ہو سکی، مگر اُس نے سنّت کے چراغ گل کر دیے ..... اے ہارون کے بیٹے! اب تم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جانشینی ہی کے نہیں حقِ رسالت کے مدّعی بھی ہو گئے! کیونکہ جس بات کا اقرار رسولِ خدا نے اپنی امّت سے نہیں کروایا اُسے تم ظلم و جبر کے ہر وحشیانہ حربے سے منوا رہے ہو۔ تمہارے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس باطل کلمہ پر ایمان نہ لائے کہ کلامِ الٰہی مخلوق ہے ..... اے مامون! اللہ سے ڈر، اُس کے عذاب کی پکڑ سے کانپ، جس میں ڈھیل تو ہے، مگر جس سے کوئی چھٹکارا نہیں"۔

شیخ دیر تک گرجتے رہتے ہیں اور مامون چُپ چاپ سنتا رہتا ہے۔ جرأتِ حق نے اُس سے کسی تند ردِّ عمل کے اظہار کی قوّت چھین لی ہے۔

Marfat.com

۵

مناظرہ شروع ہوتا ہے۔ دیر تک سوال و جواب اور ردّ و کد ہوتی رہتی ہے۔

آخر معتزلہ کا سرخیل بشر المریسی سوال کرتا ہے۔

" قرآن نے صدہا مقام پر اللہ کو خالقِ کلّ شیئ کہا ہے یا نہیں، یعنی خدا ہر چیز کا خالق ہے"؟

" ہاں، وہی ہر شے کا خالق ہے"۔

" قرآن بھی "شے" ہے یا نہیں"؟ بشر پوچھتا ہے۔

" پہلے شے کی حقیقت سن لو، پھر جواب مانگو"۔ شیخ کہتے ہیں۔

" میں اور کچھ سننا نہیں چاہتا، میرے سوال کا جواب دو"۔ بشر چلّا کر کہتا ہے۔

مامون بھی غضب ناک لہجے میں دہاڑتا ہے: " عبدالعزیز! جواب کیوں نہیں دیتا"؟

شیخ متذبذب ہیں، بشر اور اُس کے ساتھیوں کے چہرے خوشی سے چمک اُٹھے ہیں۔ علم و دانش کے رستموں نے حریف کو اڑنگا دے دیا ہے، چند لمحے کی بات ہے، وہ چاروں شانے چت پڑا ہوگا اور پھر اس گستاخ کا منہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا جس نے انہیں چیلنج کرنے کی جسارت کی تھی۔ اچانک شیخ کے ذہن کی گہرائیوں سے کوندا سا لپکتا ہے اور سارا تذبذب ختم ہو جاتا ہے۔ وہ بلند آواز سے کہتے ہیں: " اچھا، میں تسلیم کرتا ہوں قرآن بھی اشیاء میں داخل ہے"۔

" تو پھر قرآن مخلوق ہوا"۔ مامون اور بشر دونوں اچھل کر پکار اٹھتے ہیں۔

" نہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا"۔ شیخ کی آواز اور بلند ہو جاتی ہے۔ " قرآن کہتا

Marfat.com

ہے وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ یعنی اللہ تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا بھی نفس ہے، پھر قرآن کہتا ہے کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ (ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے) پس اگر اشیاء میں قرآن داخل ہو کر مخلوق ہو گیا تو کیا خدا بھی کل نفس میں داخل ہو کر اور نفس ہو کر موت کا مزا چکھے گا؟"

شیخ کی زبان سے جونہی یہ الفاظ نکلتے ہیں، مجلس پر سناٹا چھا جاتا ہے۔ بڑھ بڑھ کر بولنے والی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ مامون تسلیم کرتا ہے کہ شیخ نے بغداد کے متجدّدین کی فکر اور ان کے استدلال کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ شیخ فاتحانہ انداز میں دربار سے نکلتے ہیں، شہر میں خبر پہلے ہی پہنچ چکی ہے۔ اہلِ سنّت مسرور و شاداں ہیں اور بدعت کے علمبردار خائب و خاسر۔ ایک دنیا ان کی پذیرائی کے لیے اُمڈ آتی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

۱۶

ایک عالم ایک شاعر

Marfat.com

جان را بکوئے دوست رداں می کنیم ما
یعنی کہ کارِ عشق بجاں می کنیم ما
مشہور در سوادِ جہاں از سخن شدیم
ہمچوں قلم سفر بزباں می کنیم ما
مارا چوں شمع مرگ بود خامشی غنی
اظہارِ زندگی بزباں می کنیم ما

(ہم اپنی جان کوئے دوست میں نچھاور کرتے ہیں
بالفاظِ دیگر ہم عشق کا کام جان دے کر انجام دیتے ہیں
ہم دنیا میں اپنے سخن سے مشہور ہوئے ہیں
قلم کی طرح ہم اپنی زباں سے سفر کرتے ہیں
شمع کی طرح خاموشی ہمارے لیے موت کے مترادف ہے
اسی لیے ہم اپنی زندگی کا اظہار زبان کی قوت سے کرتے ہیں)

Marfat.com

یہ عظیم الشان اجتماع کس کے اعزاز میں منعقد ہوا ہے۔ جدھر نظر اُٹھتی ہے خلقِ خدا کا ایک عظیم سمندر موجزن دکھائی دیتا ہے، بیس پچیس ہزار سے کم لوگ کیا ہوں گے۔ پھر دیکھیے کس طرح گوش برآواز بیٹھے ہیں۔ اشتیاق بھری آنکھیں لبریز پیالے کی مانند چھلک رہی ہیں۔ چہروں کا اتار چڑھاؤ غمازی کرتا ہے کہ دلوں کی دنیا میں ایک اضطراب اور طوفان برپا ہے۔ کہنے والا ان سے کیا کہہ رہا ہے اور وہ کون ہے؟

یہ ابنِ جوزی کی مجلسِ وعظ ہے۔ ابنِ جوزیؒ جن کا نام اپنے عہد ہی میں نہیں اسلام کی پوری علمی تاریخ میں بقائے دوام حاصل کرنے والا ہے۔ نام عبدالرحمان ہے لقب جمال الدین۔ خانوادہ ابوبکرؓ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابن جوزی کے عرف سے مشہور ہیں۔ جامع العلوم ہیں تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء الرجال، جغرافیہ، طب، شعر و ادب الغرض اپنے عہد کے تمام مروّجہ علوم و فنون میں صاحبِ کمال ہیں اور ان میں سے کونسا علم و فن ایسا ہے جس پر قلم نہیں اٹھایا؟ ان کے اِس کمال کو ابنِ خلکان اور مستقبل کے نامور علماء و فضلاء، حدیث و فقہ کے امام اور مفسّر خراجِ تحسین ادا کرنے والے ہیں۔ یہ ان متبحر اہلِ علم اور جلیل الشان محدّثین کی صف میں شامل ہونے والے ہیں جن کے تذکرے

۱؎ پیدائش ۵۱۰ھ وفات ۵۹۷ھ

Marfat.com

کے بغیر اسلام کی دینی و علمی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔ کثیر التصانیف ہیں۔ خود کہتے ہیں میں نے اپنی اِن دو انگلیوں سے ایک ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ ایک ہزار جلدیں! اور ان میں سے بعض نہایت ضخیم کتابیں ہیں۔ اتنا عظیم کام اللہ کی توفیق اور ایمان کی حرارت ہی سے انجام پا سکتا ہے۔

اللہ نے بلا کا حافظہ دیا ہے جو بات سنتے ہیں لوحِ ذہن پر پتھر کی لکیر بن کر نقش ہو جاتی ہے۔ زبان میں وہ تاثیر ہے کہ پتھر دل موم ہو جاتے ہیں۔ لذاتِ دنیا سے دل سرد ہو جاتا ہے، آخرت کی فکر دل و دماغ پر چھا جاتی ہے، اسلام کی حقانیت آشکارا ہو جاتی ہے اور دل پر پڑے ہوئے غفلت کے پردے خود بخود اٹھتے جاتے ہیں۔ ان کا اپنا قول ہے کہ میرے مواعظ کے اثر سے ایک لاکھ آدمی میرے ہاتھ پر تائب ہو چکے ہیں اور بیس ہزار یہودی اور عیسائی اسلام کی آغوش میں آ چکے ہیں۔

جس روز مجلسِ وعظ منعقد ہوتی ہے، دور و نزدیک سے لوگ جوق در جوق کھنچے چلے آتے ہیں۔ کتنی ہی مرتبہ اندازہ کیا گیا تو حاضرینِ مجلس کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ نکلی۔ دس پندرہ ہزار کا مجمع تو معمولی بات ہے۔ ان کے مواعظ کی دھوم عوام اور خاص ہر طبقے میں ہے، حتیٰ کہ خلیفۂ وقت بھی انہیں بلاتا اور وعظ سنتا ہے۔ ان کے مخاطب عوام ہوں یا خواصِ خلیفہ اور شاہی خاندان کے ارکان ہوں یا امراء و اعیانِ حکومت، بڑی بے خوفی اور بے باکی کے ساتھ لگی لپٹی کے بغیر صاف، صریح اور سچی بات ان کے منہ پر کہہ دیتے ہیں۔ کسی کی ملامت کو خاطر میں لاتے ہیں نہ کسی کی مدح و تحسین کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔

خلیفہ المستضئ باللہ کا پیغامبر ابنِ جوزی کی خدمت میں پیغام لے کر آیا ہے۔

Marfat.com

ابنِ جوزی اس سے کچھ دیر باتیں کرتے ہیں اور پھر وہ رخصت ہو جاتا ہے۔ قصرِ خلافت میں جمعرات کے دن مجلسِ وعظ منعقد ہو رہی ہے اور خلیفہ نے ابنِ جوزی کو وعظ و ارشاد فرمانے کی دعوت دی ہے۔ جمعرات کا دن آجاتا ہے۔ ابنِ جوزی اپنے مدرسے سے نکلتے ہیں اور کسی اہتمام کے بغیر روزمرّہ کے لباس میں قصرِ خلافت میں تشریف لے جاتے ہیں۔ خلیفہ خود آگے بڑھ کر اس تاجدارِ علم کی پذیرائی کرتا ہے۔

ابنِ جوزی وعظ شروع کرتے ہیں۔ اثنائے وعظ میں کہتے ہیں۔

امیرالمومنین ہارون الرشید نے شیبان سے جو اپنے دور کے ایک عالم تھے، ایک مرتبہ کہا: "مجھے پند و نصیحت کیجئے"۔ شیبان نے کہا: "اے امیرالمومنین! میں پند و نصیحت کروں گا۔ امیرالمومنین! جو شخص دنیا سے ڈرا وہ گویا آخرت میں محفوظ ہو گیا۔ آپ کے لیے دنیا سے ڈرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ دنیا میں مسرور و شادماں رہیں اور آخرت کا خوف آپ کو آگھیرے۔ اے امیرالمومنین! اللہ سے ڈرتے رہیئے تاکہ قیامت کے روز خوف میں مبتلا نہ ہونا پڑے اور نہ اللہ آپ سے رعایا کے بارے میں مواخذہ نہ کرے۔ امیرالمومنین! اگر خواہش ہے کہ آپ کے اعمال میزانِ عدل پر پورے اتریں تو کسی شخص کو جھوٹ بول کر خوش کرنے کی کوشش نہ کیجیے"۔ ہارون الرشید شیبان کی پند و نصیحت سن کر اتنا رویا کہ حاضرین پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ المستغنی سے مخاطب ہو کر "اے امیرالمومنین! اگر میں آپ کو عبرت انگیز پند و نصائح کرتا ہوں تو مجھے آپ کی پریشان خاطری کا اندیشہ ہے اور اگر مُہر بلب رہتا ہوں، تو ڈر ہے کہ آپ پر مشکوک اور مشتبہ نہ ہو جائے، چنانچہ میں یہ دونوں امور نگاہ میں رکھ کر حقِ نصیحت ادا کرتا ہوں۔ اے امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی بے نیاز ہے۔ وہ آپ

Marfat.com

کی قطعاً محتاج نہیں۔ اس نے آپ کو مسرت و شادمانی اور دنیوی نعمتوں سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ آپ کے لیے زیبا یہی ہے کہ سراپا احتیاج بن جائیں، اس کے آگے سرِ نیاز خم کر دیں اور اس کی رضا کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اللہ نے جس نعمتِ اقتدار سے نوازا ہے اس کی قدر کریں اور اپنے ابنائے جنس سے بڑھ کر اس کا شکریہ ادا کریں۔"

(۲)

ابنِ جوزی صرف حقِ نصیحت ادا کر کے ہی نہیں رہ جاتے بلکہ خلیفہ کو اس کی غلط کاریوں پر برسرِ عام ٹوک دیتے ہیں۔ المستضئ کا محاسب حساب میں دغل فصل کرتا ہے۔ خلیفہ سخت غضبناک ہو جاتا ہے اور اُسے قید کرنے کا حکم دیتا ہے۔ محاسب راہِ فرار اختیار کرتا اور رُوپوش ہو جاتا ہے۔ خلیفہ اس کی تلاش میں چپہ چپہ چھنوا دیتا ہے، مگر پتہ نہیں چلتا۔ خلیفہ کا پارہ اور چڑھ جاتا ہے وہ حکم دیتا ہے کہ اس کے بھائی کو گرفتار کر لیا جائے اور اس سے رقم وصول کی جائے۔ مونچھوں والا کرے داڑھی والا بھرے۔ وہ بے چارہ ناکردہ گناہ ابنِ جوزی کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور اپنی داستانِ مصیبت سناتا ہے۔ ابنِ جوزی فرماتے ہیں مجلسِ وعظ منعقد ہو اور میں وعظ کر چکوں تو وہاں مجھے توجہ دلانا اس وقت میں کچھ کہوں گا۔ شاید خلیفہ کے دل میں میری بات اُتر جائے اور تجھے اس افتاد سے نجات مل جائے۔

حسبِ دستور مجلسِ وعظ و ارشاد منعقد ہوتی ہے۔ ابنِ جوزی وعظ کہتے ہیں وعظ ختم ہو جاتا ہے تو وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور نالہ و فغاں بلند کرتا ہے۔ ابنِ جوزی کے وعظ کا رُخ مڑ جاتا ہے۔ وہ ظلم و ستم کی مذمت کرتے ہیں اور

Marfat.com

لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کی تشریح وتفسیر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں امیر المومنین کو اس ظلمِ ناروا سے باز رہنا چاہیئے جس قدر مال ودولت اس سے وصول کی گئی ہے اسے لوٹا دینی چاہیئے۔ آخر میں یہ شعر پڑھتے ہیں:

قفی ثم اخبرینی یا سعاد
لِذَنبِ الطَّرفِ لِمَ یلقی الفواد
وای قضیۃ حکمت اذا ما
جنیٰ زید بہ عمر یقاد

اے سعاد! ذرا ٹھہر اور مجھے بتا کہ آنکھ کے جرم کی پاداش دل کو کیوں ملے اور یہ کیسا عجیب فیصلہ ہے کہ جرم کا ارتکاب تو زید کرے اور عمرو کو اس کی سزا میں دھر لیا جائے۔

خلیفہ بہت متاثر ہوتا ہے اور اپنے احکام واپس لے لیتا ہے۔

(۳)

واسط کے قید خانے میں یہ کون صاحب قیدِ تنہائی کاٹ رہے ہیں۔ ابنِ جوزی؟ خلیفہ کی بارگاہ میں اتنا اثر ورسوخ حاصل ہونے کے باوجود قید وبند کی یہ سزا! یا للعجب! مگر اپنے اللہ کا مخلص ومطیع، حق گو اور حق پسند بندہ سنّتِ یوسفی کی اقتدار سے کیونکر بے بہرہ رہ سکتا ہے، چنانچہ پانچ سال ہونے کو ہیں مشرق سے طلوع ہونے والا سورج انہیں اس قید خانے میں مقید دیکھ رہا ہے۔ کس جرم کی پاداش میں؟ اعلائے حق سے بڑھ کر بھی کوئی جرم ہو سکتا ہے؟ ابن جوزی ایسا حق گو اور حق پسند انسان خلافِ شرع فعل چاہے جس سے بھی سرزد ہوئے اُسے ٹوکنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ خواہ کوئی عالم

Marfat.com

ہے، امیر و وزیر ہے یا خلیفہ، خود ابنِ جوزی کسی کے ساتھ مداہنت نہیں برتتے۔ مشائخ اور اکابر علماء اور صوفیاء میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ابنِ جوزی ان پر کھلا تنقید کرتے ہیں اور کسی کی مشیخت کو خاطر میں لاتے ہیں نہ علم اور صوفیت کو۔ بس ان کی یہی حق پسندی ہی انہیں قید خانے میں لے آئی ہے۔ ایک محفل میں انہوں نے اپنے ہم عصر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پر تنقید کی تھی۔ پھر کیا تھا مخالفین نے طوفانِ بے تمیزی برپا کر دیا اور خلیفہ کے کان جا بھرے، چنانچہ وہ ان سے ناراض ہو گیا۔ حکم ہوا کہ انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی کشتی کے ذریعے واسط کے قید خانے میں بھیج دیے گئے۔ وہ مردِ جلیل جس کی شعلہ نوائی دلوں میں ایمان و یقین کی آگ بھڑکا دیتی تھی، جس کے اثر آفرین وعظ دلوں کی بستیوں کو تہہ و بالا کر دیتے اور زندگیوں کا رُخ بدل دیتے تھے، خلقِ خدا جس کی راہ میں دیدہ و دل بچھائے رہتی تھی، وہ یہاں زندگی کے دن تنہائی میں کاٹ رہا ہے۔ وہ خود ہی اپنے ہاتھ سے کپڑے دھوتا ہے، آپ ہی کھانا پکاتا ہے اور جب ان مشاغل سے فارغ ہوتا ہے تو تنہائی ہی میں شعر و سخن کی محفل جماتا ہے۔ ابنِ جوزی سحر طراز شاعر ہیں۔ قیدِ تنہائی کی ان محفلوں میں جو شعر وہ کہتے ہیں بلاشبہ عربی شاعری کے سرمایے میں بیش بہا اضافے کا موجب ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی شعر ان کی زبان پر ہیں۔ سنئے اپنی آزادانہ زندگی کے شب و روز اور اس کی علمی محفلوں کا ذکر کس سوز و گداز سے کر رہے ہیں۔

کیا بیتی ہوئی راتیں پھر لوٹ سکتی ہیں یا وادیٔ تمنا کا پھر سے نظارہ ہو سکتا ہے؟

Marfat.com

دگذرا ہوا) زمانہ خنک ہواؤں کے چلنے اور شاخِ نشیمن پر بیٹھ کر گانے والے پرندے سے زیادہ شیریں تھا۔

اس کی راتوں کے دامن میں ایسی نادرِ روزگار چیزیں تھیں جنہیں دنیا شراب وشبستان کے بغیر نہیں پا سکتی۔

ان میں متانت، عقل، فصاحت اور ملاحت تھی۔ عدنان جس کی عربیت کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔

ان میں نزاکت، علمیت وفضیلت اور فہم وبصیرت تھی اور ایسا قلم تھا جس کا جواب نہ تھا۔

ان راتوں میں مخفی اشارے جنید کو بھی رُلا دیتے تھے اور ان کی صحبتوں کی لطافت بیان کرنے سے ذوالرمّہ غیلون بن عقبہ جریر اور فرزدق کا ہم عصر شاعر بھی قاصر رہا ہے۔

ابنِ جوزی کی شاعری سلاست، شگفتگی، بلندیٔ خیال اور سوز وگداز کا مرقّع ہے۔ چند مزید اشعار دکا ترجمہ) سُن لیجئے۔ اپنوں سے بیگانگی اور غیروں کو سر آنکھوں پر بٹھانے کا ذکر کیا ہی دلچسپ پیرائے میں کرتے ہیں:

عراق کے نوجوانوں سے میں معذرت خواہ ہوں جن کے دل جفا نے بدل دیئے ہیں۔

وہ دور والے کا کلام تو پسند کرتے ہیں مگر نزدیک والے کا کلام انہیں پسند نہیں آتا۔

ان کی سرزنش کی جاتی ہے تو یہ عذر کرتے ہیں کہ قبیلے کی مغنیہ اپنے قبیلے کے

Marfat.com

مردوں کو وجد میں نہیں لا سکتی۔

(۴)

قناعت کی خوبی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

جب میں رزقِ مقسوم پر قانع ہو جاؤں گا تو ہمیشہ کے لیے مردِ آزاد بن جاؤں گا۔ پھر کوئی مجھے نگاہِ حقارت سے نہ دیکھے گا۔

اے میری ایک دن کی خوراک، جب تک تیرے پستان میری غذا سے پُر رہیں گے مجھے موتیوں اور یاقوت کی محرومی، مغموم اور ناشاد نہ کر سکے گی۔

محبوب اور دیارِ محبوب کی یاد میں کہتے ہیں:

اس گھر پر سلام ہو جس میں اگرچہ میرا دل قید ہے، لیکن اس کے باوجود میں اس کی زیارت نہیں کر پاتا۔

اس گھر میں گزرے ہوئے خوشگوار دن یاد آتے ہیں تو ہمارے دلوں میں ایک آگ سی بھڑک اٹھتی ہے۔

ہم اس گھر سے اس عالم میں کوچ کر گئے کہ ہمارے دل کے راز پوشیدہ تھے ہوائے نجد دونوں اطراف سے چلتی ہے تو وہ ان (دل کے بھیدوں) کو (آشکارا کرنے کے لیے) ابھارتی اور برانگیختہ کرتی ہے۔

تمہارے بعد ان آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے کیا اب کہیں ایسی آنکھیں جن سے ہم آنسو مستعار لے سکیں؟

اب کہ وہ باغات چھٹ چکے ہیں کیا تو انہیں بھول جائے گا، حالانکہ تجھ میں ان باغات کی نہر نے عہد لیا ہے۔

Marfat.com

شمال اس نہر کو بیدار بنا دیتی ہے اور کبھی ٹھنڈی ہوائیں بار بار
چل کر ... ساتھ زمزمہ سنج ہوتی ہیں۔
... اثل میں کوئی ایسی سرزمین ہے جس کی ہم زیارت کریں اور وہاں
... غم اور رنج سونگھ سکیں۔
اے عراقی سوارو! ایک ایسے غمزدہ آدمی کا خط لے جاؤ جو اپنی سطروں میں گھرا
ہوا ہے۔ ایک ایسا شخص جس کے سانس جب اپنے غموں کو یاد کر کے کچھ لکھتے ہیں تو
گرم آہیں اسے مٹا دیتی ہیں۔
... میرے ساتھی! ذرا نرمی کر۔ کیا ان کی سرزمین میں آگ ظاہر ہوئی ہے یا
عشق ... آگ پھر بھڑکا دی ہے؟
... وں کا ذکر دہرا کہ اس میں شفا ہے اور بسا اوقات ایک چیز نفس کو شفا
... ہے اور ضرر بھی پہنچاتی ہے۔
... شمال کہاں ہے؟ وہ گزر چکا ہے اور اس کی سختیاں بھی ختم ہو چکی ہیں۔
... ان دنوں اور راتوں کو سیراب کرے جو گزر چکے ہیں جن کی خوشبو گلشن گلشن
میں مہکی اور گلی گلی میں پھیلی تھی۔

Marfat.com

Marfat.com

۱۷

مردِ فقیر آتش است

Marfat.com

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضا است،
ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰ است
فقر بر کرّو بیاں شبخوں زند
بر نوامیسِ جہاں شبخوں زند
برگ و سازِ او ز قرآنِ عظیم
مردِ درویشے نہ گنجد در گلیم
گرچہ اندر بزم کم گوید سخن
یک دمِ او گرمیٔ صد انجمن
با سلاطیں در فتد مردِ فقیر
از شکوہِ بوریا لرزد سریر

فقر، ذوق و شوق، حق کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے اور راضی برضائے الٰہی رہنے کا نام ہے
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متاعِ گراں بہا ہے اور ہم اس کے امانت دار ہیں۔
فقر فرشتوں اور نوامیسِ جہاں پر شبخون مارتا ہے۔
اس کا ساز و سامان قرآنِ عظیم کی تعلیمات ہیں۔
مردِ درویش گدڑی میں نہیں سماتا۔
اگرچہ بزم میں وہ بہت کم بولتا ہے۔
لیکن اُس کا ایک سانس سینکڑوں مجالس کی زندگی اور گرمی کا باعث ہوتا ہے۔
مردِ فقیر بادشاہوں سے پنجہ آزما ہو جاتا ہے۔
اس کے بوریا کے جلال و شکوہ سے تخت لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔

Marfat.com

سلطان ظاہر رکن الدین بیبرس بندقداری کا دورِ حکومت ہے۔ اسلامی تاریخ کا یہ عہد بڑا ہی پر آشوب ہے۔ صلیبیوں کی قوت اگرچہ ایوبیوں کے ہاتھوں ٹوٹ چکی ہے، تاہم وہ شام و فلسطین کے بعض ساحلی علاقوں اور شہروں پر ابھی تک قابض چلے آتے ہیں، اور جب بھی موقع پاتے ہیں مسلمانوں پر چڑھ دوڑتے ہیں، ادھر تاتاری مسلمانوں کے لیے وبالِ جاں بنے ہوئے ہیں۔ ان کے سیلاب بلا کے آگے عباسیوں کی عظمت سرنگوں ہو چکی ہے، بغداد کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے، اور اب یہ سیلاب شام و مصر کی طرف بڑھا چاہتا ہے مگر سلطان ظاہر بیبرس اس کے آگے سدِ سکندری بن کر کھڑا ہے۔ سلطان مظفر سیف الدین قطوزی کے سپہ سالار کی حیثیت سے اس نے عین الجالوت کے مقام پر تاتاریوں کو پہلی مرتبہ شکست فاش دی تھی اور ان کی متلاطم موجوں کا منہ پھیر دیا تھا اور اب تو اس سیلاب کو روکنے کی ساری ذمہ داری اس کے کندھوں پر آ پڑی ہے۔ وہ ایک چھوٹی سی سلطنت کا فرمانروا ہے۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے آگے جس کی حیثیت ایسی ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں کوئی مختصر سی جوئے آب، لیکن اس کے باوجود وہ امتِ مسلمہ کی امداد و اعانت کے لیے اٹھتا ہے اور کفر کے لشکروں کو منتشر کر کے رکھ دیتا ہے۔ مسلمان جن آفات و مصائب سے دوچار ہیں ان سب کا انسداد اس چھوٹی سی سلطنت کے ذریعے کرتا ہے۔ وہ نہ صرف صلیبوں سے

Marfat.com

ایک ایک شہر اور علاقہ چھین لیتا ہے بلکہ تاتاریوں کو بھی پے در پے شکست دیتا ہے۔

(۲)

ایک ایسی ہی مہم پر سلطان ظاہر بیبرس روانہ ہوتا ہے۔ علماء سے فتویٰ طلب کرتا ہے کہ وہ رعایا سے مال و دولت حاصل کر لینے کا مجاز ہے تاکہ اس سے دشمن کے خلاف جنگ کی تیاری کر سکے۔ شام کے سارے علماء اور فقہاء اس کے حسب منشاء فتویٰ لکھ بھیجتے ہیں۔ بیبرس پوچھتا ہے کوئی عالم اور فقیہہ رہ تو نہیں گیا؟ لوگ کہتے ہیں ہاں شیخ محی الدین نوویؒ رہ گئے ہیں۔ بیبرس انہیں بُلا بھیجتا ہے۔ شیخ تشریف لے جاتے ہیں۔ بیبرس کہتا ہے آپ بھی دوسرے فقہاء کی طرح فتویٰ لکھ دیجئے۔ شیخ انکار کر دیتے ہیں بیبرس سبب پوچھتا ہے، فرماتے ہیں: مجھے معلوم ہے تم امیر بند قدار کے زر خرید غلام اور بالکل تہی دست تھے۔ پھر اللہ نے کرم فرمایا اور تمہیں سلطنت عطا کی۔ تمہارے پاس ایک ہزار غلام ہیں جن کے تمام سامان طلائی ہیں۔ نیز تمہارے محل میں دو سو باندیاں ہیں جو زر و جواہر سے لدی ہوئی ہیں جب تک تم یہ ساری بیش قیمت چیزیں جہاد کے اخراجات کے لیے اپنے غلاموں اور باندیوں سے نہیں لے لیتے اس وقت تک میں غریب مسلمانوں کا مال لینے کا فتویٰ تمہارے حق میں نہیں لکھ سکتا۔

سچ کڑوا ہوتا ہے اس کی تلخی ارباب اقتدار کو اکثر چراغ پا کر دیتی ہے۔ بیبرس

ؒ پیدائش ۶۳۱ھ وفات ۶۷۶ھ

Marfat.com

بیبرس اس حق گوئی پر بھڑک اُٹھتا ہے۔ حکم دیتا ہے کہ میرے شہر دمشق سے نکل جاؤ۔ شیخ کہتے ہیں بسر و چشم، ملکِ خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست اور دمشق کو خیر باد کہہ کر اپنے آبائی گاؤں نووی کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

شیخ کے شہر بدر کیے جانے کی خبر پھیلتی ہے، تو شہر کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک لوگ مضطرب ہو جاتے ہیں۔ علماء و فقہا اور سلطنت کے اعیان و اکابر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں شیخ تو اس شہر کی دینی زندگی کی روح اور اس کا وقار تھے۔ یکے از اکابر علماء و فقہا مسلمانوں کے مقتدا اور امام۔ آپ انہیں واپس بلا لیجیے۔ بیبرس اپنا حکم منسوخ کر کے شیخ کو دمشق آنے اور رہنے کی اجازت دے دیتا ہے، مگر اقلیمِ علم کا بے تاج و کلاہ فرمانروا بڑی بے نیازی سے کہتا ہے۔ "جب تک بیبرس دمشق میں موجود ہے میں نہیں آؤں گا۔"

اور اس واقعہ پر بمشکل ایک مہینہ گزرتا ہے کہ سلطان بیبرس راہیٔ ملکِ عدم ہوتا ہے اور شیخ دمشق تشریف لے آتے ہیں۔

سلطان بیبرس نے ایک مرتبہ حکم جاری کیا کہ دمشق کے باشندوں کی املاک اور جائدادیں ضبط کی جاتی ہیں۔ جب تک ہر شخص اپنی املاک اور جائدادوں کا ثبوت فراہم نہیں کرے گا واگزار نہیں کی جائیں گی۔ اس حکم نے شہر بھر میں تہلکہ اور اضطراب برپا کر دیا۔ یہ شیخ محی الدین نووی ہی تھے جنہوں نے اس مستبدانہ فرمان کے خلاف آواز بلند کی۔ انہوں نے حقِ نصیحت ادا کرنے کے لیے سلطان کو ایک مکتوب لکھا جس میں اسے اللہ سے ڈرنے اور اس ظلم سے باز آنے کی تلقین کی۔ انہوں نے لکھا:

Marfat.com

وَّذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (الذاریات: ۵۵)

"اور یاد دلایئے اس لیے کہ یاد دہانی اہل ایمان کے حق میں منفعت بخش ہے"۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔

"نیکی اور تقویٰ کے کام میں تعاون کرو اور گناہ اور بغاوت کے کام میں تعاون نہ کرو"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "دین خیر خواہی کا نام ہے۔ اللہ اس کی کتاب اس کے رسول اور مسلمانوں کے قائدین اور عوام کی خیر خواہی"۔ ان نصوص کا تقاضا ہے کہ ہم آپ کو خلافِ اسلام امور پر متنبہ کریں اور بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ رعیت کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آئیں، کمزوروں کی مدد کریں اور ان کے مصائب و مشکلات کو رفع کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔

(اہل ایمان کے ساتھ نرمی سے پیش آیئے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ضعیف اور کمزور لوگوں کے طفیل تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق سے نوازا جاتا ہے:

نیز ارشاد فرمایا: جس شخص کو میری امت کا کوئی معاملہ سپرد کیا جائے اور وہ ان لوگوں کے ساتھ نرمی روا رکھے تو اسے اللہ تو بھی اس کے ساتھ نرمی روا رکھ اور اگر وہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آئے تو اسے اللہ! تو بھی اس کے ساتھ سختی کر۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکومت سے نواز کر ہم مسلمانوں پر بڑا احسان و کرم کیا ہے وہ آپ کے ذریعے سے اپنے دین کی نصرت و حمایت اور اہل ایمان کی مدافعت کا کام

Marfat.com

سے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تھوڑی سی مدت میں عظیم فتوحات عطا کی ہیں۔ دشمن کو ذلیل و خوار اور کمزور کر دیا ہے، اس کے دل میں آپ کی ہیبت اور دبدبہ بٹھا دیا ہے، آپ کی تلوار مفسدین کا قلع قمع کر چکی ہے اور پورے ملک میں امن و طمانیت کا دور دورہ ہے، خدا کرے امن و اطمینان کی یہ فضا دائمی ہو۔ ہم پر اللہ تعالیٰ نے جن انعامات و اکرامات کی بارش کی ہے ان کی شکر گزاری واجب ہے اور اس نے اپنے شکر گزار بندوں کو مزید فضل و کرم اور لطف و عنایت سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔

اگر تم شکر گزاری کرو گے تو ہم تمہیں اپنے فضل و کرم سے مزید نوازیں گے۔

مسلمانوں کی املاک و اموال پر حکومت کے قبضے اور حقِ ملکیت کا دستاویزی ثبوت فراہم کرنے کے مطالبے نے جو نقصان پہنچایا ہے زبانِ قلم اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ کسی ایک عالم کے نزدیک بھی یہ مطالبہ اور ایسا سخت اقدام جائز نہیں۔ سارے علماء اس پر متفق ہیں کہ قبضہ بجائے خود حقِ ملکیت کا ثبوت ہے یعنی جس شخص کے قبضے میں جو چیز ہے وہ اس کی ملکیت گردانی جائے گی۔ اس سے بلا وجہ اس کی ملکیت کا ثبوت فراہم کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ شریعت پر عمل کرتے ہیں اور اپنے عمّال اور حکّام کو بھی اس کی تلقین و وصیت کرتے ہیں۔ آپ اپنے اس حکمِ ناروا کو واپس لیجئے اور رعایا جس مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے اس سے اُسے نجات دلائیے۔ اللہ بھی آپ کو مصائب سے نجات بخشے گا۔ ان مصیبت زدوں میں یتیم بھی ہیں، مسکین بھی، کمزور و ضعیف بھی ہیں اور اللہ کے نکوکار بندے بھی۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی بدولت اللہ اپنی

Marfat.com

نصرت اور رزق نازل فرماتا ہے۔ علاوہ بریں یہ لوگ شام کے جو انبیائے کرام کی بابرکت سرزمین ہے، رہنے والے ہیں۔ گویا انبیاء کے ہم جوار ہیں۔ الغرض یہ لوگ کئی پہلوؤں سے لائق صد احترام ہیں۔

اس فرمان کے نتیجے میں خلقِ خدا جن شدائد و مصائب سے دوچار ہو رہی ہے اگر سلطان بچشم خود اس دردناک منظر کا تماشا کریں، تو تاب نہ لاسکیں اور فوراً اس فرمان کو منسوخ کر دیں، مگر مصیبت یہ ہے کہ سلطان صحیح حالات سے بے خبر ہیں۔ اصل حقائق کو آپ تک پہنچنے ہی نہیں دیا جاتا۔ آپ مسلمانوں کی فریاد رسی کریں اللہ آپ کی فریاد رسی کرے گا۔ آپ ان پر نگاہِ لطف و کرم ڈالیں اللہ آپ کو لطف و کرم سے بہرہ ور کرے گا۔

اس فرمان سے متاثر ہونے والے زیادہ تر وہ لوگ ہیں جنہیں املاک و اموال ورثے میں ملے ہیں اور قانونی دستاویزات آئے دن کی غارت گریوں میں دوسری کتابوں کے ساتھ ضائع ہو چکی ہیں۔ اس لیے وہ کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکتے۔ اگر آپ ان پر مہربانی کریں گے تو اللہ کے رسول کی اس دعا کے مستحق ہوں گے جو آپ نے اپنی اُمت کے ساتھ مہربانی کرنے والوں کے لیے کی ہے۔ نیز مسلمان بھی آپ کے لیے دُعا گو ہوں گے اور اللہ نے چاہا تو اس کی برکات پورے ملک میں ظاہر ہوں گی۔

آخر میں اس فرمان رسول پر اپنا مکتوب ختم کرتا ہوں۔

جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اُسے اس کا اجر ملے گا اور اس طریقے پر قیامت تک جو لوگ عمل کرتے رہیں گے ان سب کا اجر بھی اسے ملے گا اور جس نے کوئی بُرا طریقہ رائج کیا اس کا گناہ اسے ملے گا اور قیامت تک جو لوگ اس طریقے کو

Marfat.com

اپنائیں گے ان سب کے گناہوں کی سزا بھی اسے ملے گی۔

(۳)

یہ شیخ محی الدین جنہوں نے سلطان ظاہر بیبرس کے آگے کلمۂ حق بلند کیا، اس کے ناجائز اور غیر شرعی اقدامات پر اُسے بے محابا ٹوکا اور اس کا غضب مول لے کر شہر بدر ہونا گوارا کر لیا، جن کی دینی غیرت و حمیت اور بے نیازی کا یہ عالم ہے کہ سلطان کے اجازت نامے کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور جب تک سلطان دنیائے فانی سے کوچ نہ کر گیا دمشق میں قدم نہ رکھا، صحیح مسلم کے شارح اور ریاض الصالحین کے مؤلف ہیں۔ اپنے وقت کے نامور امام، حافظِ حدیث اور شیخ الاسلام۔ علم و ورع میں اپنی نظیر آپ ہیں۔ محی الدین لقب، ابوزکریا کنیت اور یحییٰ نام ہے۔ عمر کوئی سینتالیس برس ہے، لیکن اس مختصر سی عمر میں انیس بلند پایہ کتابیں ان کے قلم سے نکل چکی ہیں جن میں سے اکثر ضخیم اور جامع ہیں اور مصنف کے علمی تبحر، وسعتِ مطالعہ، حدیث، فقہ اور لغت کی معرفت، عمیق النظری اور اعلیٰ و پاکیزہ علمی ذوق کی شہادت دیتی ہیں۔ ان میں شرحیں بھی ہیں اور مستقل تصانیف بھی۔ قرآن، حدیث، فقہ، رجال اور لغت ہر موضوع پر لکھتے ہیں اور کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم کا بے پایاں اور عمیق سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور اُس کی موجیں ساحلِ قرطاس پر گوہر ہائے آبدار بکھیرتی چلی جاتی ہیں۔ اور یہ کتابیں ۴۷ برس کی مختصر سی عمر کے آخری سولہ برس کا سرمایہ ہیں۔ باقی ۳۱ برس حصولِ علم اور مطالعہ و تحقیق میں مصروف رہے۔

یہ شیخ الاسلام امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ نووی کی زندگی ایک نمونہ ہے طالبانِ علم

Marfat.com

کے لیے علمار اور اصحابِ زہد و ورع کے لیے۔

ہونہار برو اکے چکنے چکنے پات! بچپن ہی سے ان کا عجیب رنگ تھا۔ وہ عام بچوں کی طرح نہ تھے۔ ان کے والد دمشق کے قریب نوی نامی گاؤں میں دکانداری کرتے تھے۔ دس سال کے ہوئے تو باپ نے انہیں قرآن پڑھنے کے لیے اُستاد کے پاس بٹھا دیا جن کا نام زرکشی تھا۔ زرکشی کا بیان ہے "نووی دس سال کے تھے کہ میرے پاس قرآن پڑھنے کے لیے آتے۔ انہیں کھیل کود سے نفرت تھی، دوسرے بچے کھیل میں مشغول ہوتے اور یہ قرآن کی تلاوت میں محو۔ ان کے ساتھی مجبور کرتے، تو رو دیتے"۔ باپ نے دکان پر بٹھایا کہ بچپن ہی سے کاروباری معاملات اور لین دین کا تجربہ ہو جائے، مگر وہاں بھی ان کا کام تلاوتِ قرآن ہی تھا۔ باپ نے بچے کا یہ ذوق و شوق اور رجحانِ طبع دیکھ کر اس کے استاد سے کہا کہ وہ اس کا خاص خیال رکھیں، یہ بچہ ضرور کچھ بننے والا ہے۔ نووی حفظِ قرآن اور ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو گئے، تو ان کے والد انہیں ساتھ لے کر دمشق پہنچے اور مدرسہ رواحیہ میں داخل کروا دیا۔

یہاں امام کو اپنے وقت کے بڑے بڑے اساتذہ سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ کہنے کو وہ ان تشنگانِ علم میں سے ایک تھے جو بلادِ اسلامیہ کے دور دراز گوشوں سے مدینۃ العلم بغداد میں کشاں کشاں چلے آتے تھے، لیکن ان کی کیفیت بالکل نرالی تھی۔ خود کہتے ہیں کہ "دو برس تک یہ حال رہا کہ میرا پہلو زمین سے لگنے نہ پایا"۔ بس دن رات پڑھنے ہی سے کام تھا۔ نیند غلبہ کرتی، تو بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپکا لیتے اور پھر تازہ دم ہو کر کتابوں میں کھو جاتے۔ نووی صحیح معنوں میں طالب علم تھے جسے اپنے مقصد کے سوا کوئی دوسری چیز اپنی طرف متوجہ نہیں کر پاتی۔ کتابیں ہی ان

Marfat.com

کی ہمدم و رفیق اور جلیسِ جلوت و خلوت تھیں۔ کہیں آنا جانا ہوتا تب بھی کتاب ہاتھ میں ہوتی۔ گزر بسر روزمرہ کے وظیفے پر ہوتی جو مدرسے کی جانب سے ملتا۔ یہ وظیفہ کچھ زیادہ نہ تھا بس اس سے بمشکل جسم و رُوح کا رشتہ قائم رہ سکتا۔ امام محنتی اور ہونہار ہونے کے ساتھ ساتھ بلا کے ذکی اور فہیم بھی تھے۔ ایک ایک دن میں بارہ سبق شرح اور تصحیح کے ساتھ پڑھ لیا کرتے۔ حافظے کا یہ عالم تھا کہ التنبیہ ساڑھے چار مہینے میں نوکِ زبان ہوگئی۔ چھ برس تک یہی حالت رہی۔ اس محنت و مشقت اور ذوق و شوق کا ثمرہ یہ ملا کہ وہ امام کتاب و سنّت اور شیخ الاسلام بن کر مدرسے سے نکلے۔

اب وہ خود علم کا ایک دریا ہیں جس کی طرف پیاسے بصد ذوق و شوق آتے اور سیراب ہوتے ہیں۔ علم کی نشر و اشاعت ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ جس جوش و جذبہ کے ساتھ انہوں نے خود علم حاصل کیا اسی جوش و جذبے کے ساتھ اب اسے پھیلانے اور طلب گاروں کو بہرہ مند کرنے میں مصروف ہیں۔ بڑے بڑے ہم عصر علماء اور فقہاء ان کی علمی عظمت کے قائل ہیں، لیکن علم کے ساتھ اگر عمل نہ ہو تو اس کی نوعیت رُوح سے تہی ہیکیہ کی ہوتی ہے جس سے سطح بیں نگاہیں دھوکا تو کھا سکتی ہیں، مگر وہ دلوں کو زندگی کی حرارت نہیں بخش سکتا۔ امام نووی عالم بے بدل ہی نہیں عمل کے مقامِ بلند پر بھی فائز ہیں۔ درس و تدریس اور تصنیف کے علاوہ ان کا واحد شغل عبادت اور اوراد و ذکرِ الٰہی ہے۔ روزے کثرت سے رکھتے ہیں۔ دنیا کے سامانِ زیب و زینت اور متاعِ غرور سے انہیں مطلق دلچسپی اور تعلقِ خاطر نہیں۔ اس باب میں ان کا معیارِ عمل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد ہے کہ دنیا میں مسافر کی سی زندگی بسر کرنی چاہیئے جو اثنائے سفر میں کہیں تھوڑی دیر کے لیے سستانے ٹھہر جاتا ہے، مگر اس جگہ

Marfat.com

کے دلکش مناظر، اس کے خنک سبز سایوں اور اس کی فرحت بخش دلچسپیوں میں نہیں کھو جاتا۔ امام نووی بڑی ہی سخت زندگی بسر کرتے ہیں، روکھی سوکھی کھاتے ہیں اور وہ بھی ایک وقت۔ نماز عشار کے بعد رات دن میں صرف ایک مرتبہ سحری کے وقت پانی پیتے ہیں۔ ان کا لباس معمولی سوتی کپڑے کا ہوتا ہے جس میں کئی پیوند لگے ہوتے ہیں۔ سر پہ ہمیشہ چھوٹا سا عمامہ رہتا ہے۔ کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے، لیکن اس زہد و ورع نے ان کے قوائے عمل کو ناکارہ اور انہیں اپنے گرد و پیش کی زندگی سے کاٹ کر گوشہ گیر نہیں بنا دیا بلکہ ایک فرض شناس عالم دین کا جو مقام ایک مسلمان معاشرے میں ہوتا ہے وہی انہیں حاصل ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تیغ براں ہیں۔ برائی کو سر اٹھاتا دیکھتے ہیں تو اس کے خلاف آواز بلند کرنے سے نہیں ہچکچاتے، خواہ اس برائی کا سرچشمہ قصرِ اقتدار کے اندر ہو یا باہر عوام میں۔ سلطان کو اس کی غلط کاریوں پر دو ٹوک متنبہ کر دیتے ہیں اور اس راہ میں جو مشکلات و مصائب آتے ہیں انہیں خندہ پیشانی اور صبر و عزیمت کے ساتھ برداشت کرتے ہیں۔

(۴)

امام نووی نے احادیثِ رسول کے بیش بہا جواہرات کے عظیم ذخیرے میں سے چالیس جواہر منتخب کیے ہیں۔ آئیے ان میں سے چند ایک گوہر ہائے شب چراغ سے ہم بھی اپنے دل کی دنیا کو منور اور آنکھیں روشن کر لیں۔ ان سے یہ اندازہ بھی ہو سکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے امام کو کس نگاہِ جوہر شناس سے نوازا ہے۔

- عمر بن الخطابؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

یہ فرماتے ہوئے سُنا اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملے گا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوگی، اور جس نے حصول دنیا یا کسی عورت سے شادی رچانے کی غرض سے کی، تو اس کی ہجرت اسی کے لیے شمار ہوگی جس غرض کے لیے اس نے ہجرت کی۔

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نواسے اور حضورؐ کے چمن کے پھول حسنؓ بن علیؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد خوب یاد رکھا ہے کہ شک و ریب میں ڈالنے والی چیز کو شک وریب سے منزّہ چیز کے مقابلے میں چھوڑ دو۔

• انس بن مالکؓ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

• ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے، جو شخص اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے، اسے چاہیئے کہ اپنے ہمسائے کی عزت کرے، جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام و احترام کرے۔

• عرباض بن ساریہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں نصیحت فرمائی جس سے ہمارے دل دہل گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! یہ تو گویا الوداعی نصیحت ہے، ہمیں کوئی وصیت فرمائیے۔ فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں

Marfat.com

خواہ تمہارا امیر کوئی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنّت کی پیروی کرو۔ اسے اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو اور بدعات سے بچو۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔

• ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سنا تم میں سے جو شخص کسی منکر (بدی) کو دیکھے تو چاہیئے کہ اسے ہاتھ سے مٹا دے، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

• ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، قیمتیں نہ بڑھاؤ، دشمنی نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، ایک دوسرے کی بیع پر خرید و فروخت نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، نہ اس کو جھٹلاتا ہے نہ اس کی تذلیل و تحقیر کرتا ہے (اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا) تقویٰ کا مسکن یہاں ہے۔ کسی آدمی کے لیے اتنی ہی بُرائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو نگاہِ حقارت سے دیکھے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو حرام ہے۔

• عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہشات کو اُس دعوت کے تابع نہ کر دے جسے مَیں لے کر آیا ہوں۔

Marfat.com

پہاڑی کے چراغ

آباد شاہ پوری

اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور

Marfat.com